قرآن

اور

ماضی، حال اور مستقبل

سید مشتاق علی ربانی

مکتبہ تعمیر انسانیت
اردو بازار — لاہور

Marfat.com

Marfat.com

قرآن

اور

ماضی، حال و مستقبل

سید مشتاق علی ریوانی

مکتبۂ تعمیرِ انسانیت
اردو بازار — لاہور

Marfat.com

2

۲۹۷٫۱۰۵
م ۶۳ ق

27803

DATA ENTERED

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ———— قرآن اور ماضی، حال و مستقبل

مصنف ———— سید مشتاق علی ریوانی

ناشر ———— مکتبہ تعمیر انسانیت اُردو بازار لاہور

مطبع ———— بشارت پرنٹرز لاہور

طبع ———— اوّل ۱۹۸۶ء

قیمت ———— ۱۸/۰۰ روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ ۔۔۔۔۔۔ ۷
دیباچہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۱
اللہ اور اس کا تصور ۔۔۔۔۔۔ ۱۵
اللہ اور نظامِ کائنات ۔۔۔۔۔۔ ۱۶
خالق اور مخلوق ۔۔۔۔۔۔ ۱۷
انسان اور اللہ ۔۔۔۔۔۔ ۲۰
انسانی عقل اور حیوانی عقل ۔۔۔۔۔۔ ۲۰
تخلیقِ آدم ۔۔۔۔۔۔ ۲۲
ذاتِ باری تعالیٰ ۔۔۔۔۔۔ ۲۴
عقیدۂ آخرت ۔۔۔۔۔۔ ۲۵
مادیت اور روحانیت ۔۔۔۔۔۔ ۳۳
انسان اور حیوان ۔۔۔۔۔۔ ۳۷
ڈارونیت اور سائنس ۔۔۔۔۔۔ ۳۸
ڈارونیت اور یہود ۔۔۔۔۔۔ ۳۹
مارکس کا فلسفہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۱
فرائڈ کا فلسفہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۲
ڈرکائم کا فلسفہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۴
یورپ کا نظامِ زندگی ۔۔۔۔۔۔ ۴۵
اللہ اور نفس پرست ۔۔۔۔۔۔ ۴۶
قرآن اور نوعِ انسانی ۔۔۔۔۔۔ ۵۰
فحشیات میں ڈوبی قوموں کا انجام ۔۔۔ ۵۰
عورتوں اور مردوں میں فحاشی ۔۔۔۔۔۔ ۵۳
ناپ تول میں کمی کرنے والی قوموں کا انجام ۔۔۔ ۵۸
اموال میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام ۔۔۔ ۶۰
اللہ کے عہد کو توڑنے والی قوم کا انجام ۔۔۔ ۶۴
یہود کا پہلا فساد ۔۔۔۔۔۔ ۶۵
دوسرا فساد ۔۔۔۔۔۔ ۶۷
کتاب اللہ کے خلاف حکومت کرنے والی
قوموں کا انجام ۔۔۔۔۔۔ ۶۹
قومِ ثمود ۔۔۔۔۔۔ ۷۳
اللہ اور یہود ۔۔۔۔۔۔ ۷۵
یہود بحیثیت بندر اور سور ۔۔۔۔۔۔ ۷۸
انبیاء، بنی اسرائیل اور یہود ۔۔۔۔۔۔ ۸۰
حضرت یسعیاہ نبی کے صحیفے کے الفاظ ۔۔۔ ۸۰

Marfat.com

یرمیاہ نبی کی آواز ۔۔۔ ۸۱
حزقی ایل نبی کی آواز ۔۔۔ ۸۱
حضرت مسیح علیہ السلام ۔۔۔ ۸۲
دورِ نو اور فطرتِ انسانی ۔۔۔ ۸۲
آج ہر ملک قدیم مصر ۔۔۔ ۸۳
آج کے تاجر ۔۔۔ ۸۵
آج کے آقا ۔۔۔ ۸۶
گمراہی کا اصل سبب ۔۔۔ ۸۸
اللہ اور طاغوت ۔۔۔ ۹۰
دورِ نو کے فراعنہ ۔۔۔ ۹۲
اشتراکی معاشرہ ۔۔۔ ۹۴
جمہوری آمریت اور پرولتاری آمریت ۔۔۔ ۹۷
قوموں کی اجل ۔۔۔ ۹۸
یورپ اور اسلامی دنیا ۔۔۔ ۱۰۱
اسلامی تعلیم اور یورپی تعلیم ۔۔۔ ۱۰۳
قرآن کی تقسیم ۔۔۔ ۱۰۴
قرآن اور یورپ ۔۔۔ ۱۰۵
یورپ کی بدقسمتی ۔۔۔ ۱۱۰
اسلام دین فطرت ۔۔۔ ۱۱۱
مسلمان اور طاغوت پرستی ۔۔۔ ۱۱۴
راہِ نجات ۔۔۔ ۱۱۷
قرآن روشن مستقبل ۔۔۔ ۱۱۹
کتابیات ۔۔۔ ۱۲۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۧ

۱۷: ۹ — ۱۰

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں اُنھیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔ ع

Marfat.com

انتساب

اس عظیم خاتون کی روح کو جس کے بطن سے والد بزرگوار پیدا ہوئے جو عالمِ شباب میں ہی بیوگی کی تنگ و تاریک کوٹھری میں قید ہو گئی، جس نے مجھے لوریاں سُنائیں جس کی آغوشِ تربیت میں پل کر میں جوان ہوا جس نے بچپن میں ہی خدا کے خوف کو میرے احساس و وجدان میں نقش کر دیا۔ اللہ میری اس خدمت کو قبول کرتے ہوئے اس عظیم خاتون کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ثم آمین۔

خاکسار

سید مشتاق علی ریوانی

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

(انعام الرحمٰن خاں صاحب۔ امیر حلقہ مدھیہ پردیش)

ساری دنیا میں صرف ایک کتاب ایسی ہے جو مکمل طور پر محفوظ ہے۔ اس دنیا میں اُس کے ظہور سے لے کر اب تک اس کے کسی ایک شوشہ میں فرق نہیں آیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "قرآن"۔ یہ محض حاملینِ قرآن کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ لوگ بھی جو اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے اس کی یہ صفت تو مانتے ہی ہیں کہ یہ کتاب بغیر ادنیٰ ردّ و بدل کے ویسے ہی محفوظ ہے جیسی وجود میں آئی تھی۔ پہلی دوسری صدی ہجری کے کسی نسخہ سے جو آج بھی دنیا میں کئی جگہ موجود ہیں، آج کے شائع شدہ کسی نسخہ کو ملا لیجئے ایک شوشہ کا فرق نہیں ملے گا۔ ہندوستان کا کوئی حافظ افریقہ کے کسی ملک میں جا کر وہاں کے کسی حافظ کو قرآن سنائے اور امتحان کی غرض سے کسی جگہ کوئی زیر زبر ہی کی غلطی کر دے، افریقہ کا حافظ ٹوک دے گا۔

ایسا کیوں ہے؟ اسے نازل کرنے والے خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، اور یہ وعدہ اس لیے کیا ہے کہ اس کی طرف سے آئی ہوئی یہ آخری ہدایت ہے۔ ہر زمانے میں انسان کے لیے اللہ کی ہدایت مختلف کتابوں کی شکل میں آتی رہی جن کا مصنف ایک تھا یعنی خدا، جن کا موضوع ایک تھا یعنی بندگیٔ رب، جن کا مخاطب ایک تھا یعنی انسان۔ اس لیے ان سب کو "الکتاب" کہنا مناسب ہے۔ اسی "الکتاب" کے آخری ایڈیشن کا نام "قرآن" ہے۔ پہلی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رہیں۔ کچھ تو دوسری زبانوں میں ترجموں کی وجہ سے اور کچھ

Marfat.com

انسانی خواہشات میں گڈمڈ ہو کر بدل گئیں اور کچھ ناپید ہو گئیں۔ مگر "الکتاب" کے آخری ایڈیشن کو قدرتی طور پر مکمل بھی ہونا چاہیئے تھا اور اسے محفوظ بھی رہنا چاہیئے تھا کیونکہ اس کے بعد کوئی ہدایت اور کوئی پیغام آنے والا نہیں تھا' اس لیے اس کے مصنف جلّ جلالہٗ نے خود اسی کتاب میں اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

اگرچہ اللہ اسباب کا محتاج و پابند نہیں۔ وہ اسباب کا مسبب بلکہ خالق ہے، جو چاہے بغیر اسباب کے کر سکتا ہے، مگر اس نے اپنی سنت یہ بنائی ہے کہ اس عالم اسباب میں اس کا ہر حکم اسباب کے ذریعہ ہی نافذ ہوتا ہے۔ اسے اپنی دنیا کو آباد رکھنا تھا' اس کے لیے اس نے بقائے نوع کے لیے اسی کے عمل میں ایک جذبہ اور ایک لذت رکھ دی جو اس عمل کا محرک بھی ہے اور صلہ بھی۔ اگر بچوں کی پیدائش و پرورش کے لیے یہ چیز اور بچوں سے اتنی محبت کا جذبہ کہ ماں باپ کو خود بھوکا رہ کر ان کو کھلانے میں مزہ آتا ہے' نہ رکھا جاتا اور دوسرے فرائض کی طرح اس غلیظ اور مشکل کام کو بھی فرض کیا جاتا تو بہت کم لوگ اس فرض کو انجام دینے والے نکلتے' اور اللہ میاں کی دنیا اب تک سنسان ہو چکی ہوتی۔ ہر باپ دل سے چاہتا اور کوشش کرتا ہے کہ اس کا بیٹا خود اس سے برتر ہو۔ کسی بھی باپ سے کہہ دیجیے کہ تمہارا بیٹا تم سے آگے ہے' تو وہ پھولا نہیں سمائے گا۔ یہ جذبہ ہے ہر قسم کے ارتقا کا ضامن جو خدا نے انسانی فطرت کو ودیعت کیا ہے۔

بالکل اسی طرح خدا نے اپنی کتاب کے لیے اس کے ماننے والوں کے اندر وہ شغف اور جذباتی تعلق پیدا کر دیا ہے جو دنیا میں کسی کتاب کے لیے نہیں ہے۔ بظاہر کسی کتاب کا بغیر سمجھے پڑھنا بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے مگر اس کا بھی قابلِ اجر عبادت ہونا اس کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اسی شوق، اسی شغف، اسی جذباتی تعلق اور اسی جذبۂ عبادت کی وجہ سے وہ لاکھوں سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ بیشک وہ کتاب ہدایت ہے اور ہدایت اسے سمجھنے سے ہی حاصل ہو گی جس سے بغیر سمجھے پڑھنے کے ثواب کو کوئی نسبت نہیں، مگر اس بغیر سمجھے پڑھنے کی بھی اتنی برکات ہیں جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اس پر ایمان رکھنے والوں کے اندر اس کی عظمت کا احساس اور اس سے محبت و عقیدت کا

Marfat.com

یہ عالم ہے کہ کوئی ساٹھ سال پہلے بھوپال میں ایک یورپین ہیڈ مسٹریس نے اسکول کی صفائی کراتے ہوئے قرآن مجید کے کچھ شکستہ اوراق ردی کے ساتھ پھنکوا دیئے۔ جب توجہ دلائی گئی تو اس نے لاپرواہی کے ساتھ کچھ نامناسب الفاظ بھی کہدیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنّے خاں نامی ایک اَن پڑھ مسلمان نے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا، اور جب مقدمہ چلا تو اس نے انکار نہیں کیا اور اپنے اس فعل پر فخر کرتا ہوا سزائے موت کی آغوش میں چلا گیا۔ اُس کا یہ عمل خود قرآنی قانون کے مطابق نہیں ہے، مگر کیا اس ایمانی جذبہ والے جُرم کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔؟

اسی جوشِ عقیدت اور ایمانی محبت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کے حروف گننے سے لے کر نہایت درجہ لطیف و نادر اور باریک شکلیں اس سے شغف و تعلقِ خاطر کی ایسی نظر آتی ہیں جنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک معمولی بات یہ ہے کہ ایک صفحہ پر لکھا ہوا پورا قرآن آپ کو ہر جگہ مل جائے گا۔ دنیا کی کسی بھی کتاب کو یہ ایمان و احساس عظمت، یہ محبت و عقیدت اور اپنے پر مَر مِٹنے کا جذبہ حاصل ہو تو سامنے آئے۔ ہر مسلمان کو اس کا یقین ہے کہ یہ کتاب محض کتاب نہیں، خیر و برکت کا سمندر ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی اس سمندر میں سے اٹھنے والے سیلاب سے باطل کو غرق کرنے اور دنیا کو پاک و صاف کرنے کی سوچتا ہے اور کوئی چند قطروں پر قناعت کر لیتا ہے۔ مختصر یہ کہ خدا کا پیدا کیا ہوا یہ جذبہ بھی قرآن کا ایک محافظ ہے۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر معنوی حیثیت سے اس کے ساتھ شغف کا حال دیکھیے تو اور حیرت ہوتی ہے۔ اس کی بیشمار تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ مختلف نقطہ ہائے نظر سے لکھی گئیں۔ مختلف اسالیب میں لکھی گئیں۔ مختلف ضرورتوں کو سامنے رکھ کر لکھی گئیں۔ حتیٰ کہ بے نقط تفسیر بھی لکھی گئی۔ اس کے ایک ایک حرف پر جتنا غور کیا گیا شاید ہی دنیا کی کسی کتاب پر کیا گیا ہو۔ جُملوں کی ترتیب میں اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر تک میں جو معانی پوشیدہ ہیں، ان تک کا سُراغ لگایا گیا اور جس نے جتنا زیادہ غور اس کے معانی پر کیا اتنا ہی اضافہ اس کے اس یقین میں ہوتا گیا کہ یہ ایک عجائب کا سمندر ہے۔ اس کے عجائب کم نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس پر جتنا زیادہ غور کیا جائے گا، اس کی گہرائی میں جتنا زیادہ اترا جائے گا اور اس پر

Marfat.com

جتنا زیادہ زمانہ گزرتا جائے گا اتنے ہی اس کے عجائب بڑھتے جائیں گے۔ ازلی حقائق اور ابدی ہدایت کا یہ خزانہ ماضی، حال اور مستقبل سے بلند ہے لیکن تینوں پر اثر انداز ہے: ماضی شاہد ہے اور حال بتا رہا ہے کہ مستقبل اسی آفتاب کی بخشی ہوئی توانائی سے تابناک اور اسی کی روشنی سے منور ہو سکتا ہے، اور یہ بھی اس کا معجزہ ہے کہ ہر زمانہ میں ہر خوش نصیب نے اسی بحر نور سے اور اسی چشمۂ آب حیوان سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق سیراب ہونے کی کوشش کی، اور یہ کوششیں خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گی۔

ایسی ہی کوششوں میں سے ایک کوشش اس کتاب کی شکل میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔ "قرآن اور ماضی، حال و مستقبل"۔ آپ اسے پڑھیے اور غور فرمائیے۔ کتاب پر مقدمہ یا تعارف لکھنے کا یہ طریقہ کچھ عام سا ہو گیا ہے کہ اس کے مطالب، فوائد اور مناقب بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ رواج بھی اچھا ہے۔ مگر میرے خیال میں اس سے زیادہ اچھا طریقہ یہ ہے کہ "مشک آن ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔ میں اپنے حدود میں رہتے ہوئے اس سے زیادہ کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اگر اس کتاب کو بغور پڑھا جائے تو انشاء اللہ یہ پڑھنے والے کے لیے بھی مفید ہو گا اور لکھنے والے کے لیے بھی۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا کتاب کو منہ چڑانا ہو گا۔ میرے لیے تو اتنا کافی ہے کہ "بلبل ہمیں کہ قافیہ گُل شود بس است"۔

Marfat.com

دیباچہ

"قرآن، ماضی، حال و مستقبل" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب کا مقصد اسلامی تعلیمات پر بحث کرنا یا اس کے کسی گوشے سے نقاب اٹھانا نہیں ہے، یہ کام ہمارے علماء و مفکرین بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ہمارا مقصد، اس کتاب کے ذریعہ، ایک طرف گذشتہ اقوام کے انجام کو سامنے رکھتے ہوئے، مادہ پرستانہ ذہن رکھنے والوں کو مادّہ پرستی کے انجام سے باخبر کرنا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے خلاف زندگی بسر کرنے والی قوموں کا کیا انجام ہوا؟ آج تیز رفتار بحری، بری اور ہوائی سفر نے تمام دنیا کو سمیٹ کر ایک جگہ کر دیا ہے، ساری دوریاں ختم ہو چکی ہیں، ذرائع ابلاغ اور ذرائع نشر و اشاعت کی سہولتوں نے آنِ واحد میں مشرقِ بعید کی خبروں کو مغربِ بعید میں اور شمالِ بعید کی خبروں کو جنوبِ بعید میں پہنچا دیا ہے۔ آج تمام مادّی طاقتیں ان ہاتھوں میں جمع ہیں جو شیطان کے نمائندے ہیں۔ یوں تو ہر دور میں اللہ کے نبیوں کے ساتھ ساتھ شیطان کے نمائندے بھی بڑی مستعدی کے ساتھ اپنا کام انجام دیتے رہے ہیں لیکن نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد شیطان نے اپنے ایسے نمائندے چھوڑے جو ہر قسم کی مادّی طاقت سے لیس ہیں۔ انھوں نے ایسی مادّی قوتوں کو مسخر کر رکھا ہے کہ آنِ واحد میں اپنے خدائی کے دعووں کو پورا کر دکھاتے ہیں۔ اللہ نے کائنات کی تمام مخلوقات سے بہتر ایک مخلوق کی تخلیق کر کے اس کا نام انسان رکھا لیکن دنیا میں آنے کے بعد انسان حیوان بن گیا، اللہ نے اپنے نبیوں کے ذریعے اس حیوان کو حیوانِ مومن بنانا چاہا لیکن اس نے شیطان کے نمائندوں کی پیروی کر کے اپنے کو حیوانِ عاقل بنا لیا اور یہ حیوانِ عاقل،

Marfat.com

حیوانوں سے بھی گیا گذرا ہے۔ حیوان کی ڈار میں اگر کوئی شکاری ایک گولی چلادے تو تمام ڈار وہاں سے فرار ہو جائے گا اور پھر کبھی اس جگہ نہیں آئے گا، اگر کسی کھیت میں گھسنے پر دو چار ڈنڈے پڑ جائیں تو اس کھیت پر جانے سے کترائے گا لیکن یہ حیوانِ عاقل جس پر بارہا خدا کے ڈنڈے پڑ چکے ہیں، آج بھی اُسی راہ پر گامزن ہے اور قیامت کے آخری ڈنڈے کا منتظر ہے۔

"قرآن" انسان کے لئے آخری ہدایت نامہ ہے اور حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی۔ یہ ہدایت نامہ اور دورِ نبوّت قیامت تک کے لیے ہے۔ نبی کا کام انسانوں کو طاغوت کی غلامی سے چھٹکارا دلا کر اللہ کا غلام بنانا ہے۔ یہ کام کون کرے گا؟ یہ ہماری ذمہ داری تھی لیکن ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھول کر افراتفری کا شکار ہیں۔ ہم اپنے اصل دشمن کو بھول کر اپنوں کو ہی اپنا دشمن سمجھ بیٹھے ہیں۔ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی بدقسمتی یہی ہے کہ ان کا سارا زور اپنوں کے خلاف صرف ہو رہا ہے۔ اُمتِ مسلمہ گروہوں میں منقسم ہے اور ہر گروہ یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ حق پر ہے، اسی کا موقف صحیح ہے۔ یہ دراصل شکست خوردہ ذہنیت کی غمازی ہے۔ دراصل ہر گروہ اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہے۔ ایک طرف شیطان کے ماہرین، دانشور، ادیب، فنکار، سائنسدان اور سیاست داں وغیرہ، اسلامی دنیا کی تاریخ، وجغرافیہ، اقتصادیات ومعیشت اور تہذیب وثقافت کی پوری طرح جانکاری رکھتے ہوئے اپنے ترقی یافتہ علوم وفنون کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ہم اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اپنی تاریخ، اپنی ثقافت، اپنی تہذیب، اپنے نبیؐ کی سیرت یہاں تک کہ اپنے قرآن سے ہی واقف نہیں، شیطانی علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کی برائیاں تو دور کی بات ہے۔ ہم آپس کی ہی لڑائیوں کو حق وباطل کی جنگ سمجھ رہے ہیں۔ ان لڑائیوں کے پیچھے پوشیدہ ہاتھوں سے یا تو ہم واقف نہیں، یا ہونا نہیں چاہتے یا پھر اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کے زرخرید غلام بن کر اسلام کی گردن پر چھری پھیر رہے ہیں۔ لیکن یہ ہماری جہالت و نادانی ہے۔ اسلام اللہ کا دین ہے ہمارا نہیں۔ اسلام کا محافظ اللہ ہے ہم نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کے دین کے دشمن ہی اللہ کے دین کے محافظ بن کر اٹھے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے"

Marfat.com

لیکن ہمارا کیا ہوگا؟ ہمارا وہی حال ہوگا جو اللہ کی سنّت کے مطابق گذشتہ اقوام کا ہوچکا ہے۔ "وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا" تم اللہ کی سنّت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

سید مشتاق علی

Marfat.com

ارتقاء

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلبی

سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحر گاہی
ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی

کشاکشِ زم و گرما، تپ و تراش و خراش
زخاکِ تیرہ دروں تا بہ شیشۂ حلبی!

مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیساں و آتشِ عنبی !

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملتِ عربی !

"مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند"

علامہ اقبالؒ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ اور اس کا تصور

"ماضی" جب کچھ نہ تھا تب بھی اللہ تھا، "حال" جب سب کچھ ہے تب بھی اللہ ہے اور "مستقبل" جب کچھ نہ ہوگا تب بھی اللہ ہوگا کل جب کوئی کلمہ نہ تھا تب بھی اللہ کا کلمہ تھا، آج جب تمام کلمات ہیں تب بھی اللہ کا کلمہ ہے اور جب کوئی کلمہ نہ ہوگا تب بھی اللہ کا کلمہ ہوگا۔ اللہ بھی قدیم، اس کا کلام بھی قدیم، کائنات کی تمام اشیاء حادث، اس لئے دوسرے تمام کلمات حادث۔ اللہ کون ہے اور کیا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے سب سے پہلے لفظ اللہ کے معنیٰ اور مطلب کو سمجھنا ہوگا۔ لفظ اللہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں۔ "یہ "الف، لام، اور "ہ" کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی یا سریانی کا "الاھیا" عبرانی کا "اُلوہ" اور عربی کا "الٰہ" اسی سے ہیں اور بلاشبہ یہی "الٰہ" ہے جو حرف تعریف کے بعد "اللہ" ہوگیا ہے اور حرف تعریف نے اسے خالقِ کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔" (ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ١٨)

دوسری طرف علمائے لغت کے نزدیک کچھ کی رائے کے مطابق اس کی اصل "الٰہ" ہے اور کچھ کے نزدیک "وَلہ" ہے لیکن دونوں کے معنیٰ تحیر و درماندگی کے ہیں۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے انسان کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں میں اس سے بڑھ کر جامع اور موزوں لفظ اور کون سا ہو سکتا ہے؟ یعنی انسان اس ذات باری کے وجود اور صفات پر جس قدر

Marfat.com

بھی غور کرنے گا، جس قدر بھی زمین کی تہوں میں کھوج کرے گا، جس قدر بھی سمندر کی گہرائیوں کو کھنگالے گا، جس قدر بھی آسمان کی بلندیوں میں پرواز کرے گا یعنی جس قدر بھی فطرت کے چہرے سے نقاب اُٹھائے گا اس کے عقل کی حیرت و درماندگی بڑھتی ہی جائے گی۔ اب چاہے وہ اپنی حیرت و درماندگی کا قائل ہو جائے یا اللہ کا۔ یہی ہے وہ "اللہ" جس کی ہستی کا اعتراف ہر دور اور ہر زمانہ میں، ہر قوم اور ہر ملک میں کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ مظاہر پرستوں اور بت پرستوں میں بھی ایک ان دیکھے اور اعلیٰ ترین ہستی کا تصور ہمیشہ رہا ہے اور آج بھی ہے۔ چونکہ اس اعلیٰ ترین ہستی کی طرف بہت سی صفات منسوب کی جاتی ہیں اس لئے بطور اسم ذات کوئی نہ کوئی لفظ ہر زبان میں مستعمل ہے۔ اہلِ عرب بھی بت پرست تھے اور ہزار ہا دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے پھر بھی ایک قادرِ مطلق کے لئے لفظ "اللہ" کا استعمال کرتے تھے۔

اللہ اور نظام کائنات

کائنات میں اللہ کی ہستی کو تلاش کرنے کے لئے اس بات پر غور کرنا پڑے گا کہ وہ کون ہے جو یہ کارخانہ قدرت چلا رہا ہے؟ کیا انسان خود؟ کائنات کی ہر شے انسان کے کام ضرور آرہی ہے لیکن انسان کی محتاج نہیں جب کہ انسان ہر آن ہر مخلوق کا محتاج ہے۔ اگر روشنی، ہوا، پانی، یا غذا پیدا کرنے والے کسی بھی ذریعہ کو ہٹا دیا جائے تو انسان ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا لیکن اگر انسان کو ہٹا دیا جائے تو بھی زمین و آسمان اُسی طرح قائم رہیں گے، سورج چاند اور ستارے اسی طرح چمکتے رہیں گے، موسم اسی طرح بدلتے رہیں گے، ہوائیں اسی طرح چلتی رہیں گی، دریا اور سمندر اسی طرح اُبلتے رہیں گے۔ غرضیکہ ہر مخلوق اپنے تخلیقی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اپنا کردار اسی طرح نبھاتی رہے گی جیسا کہ ازل سے اس کی تقدیر کر دی گئی ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا (۲:۲۵) "اور اُس نے تمام چیزیں پیدا کیں پھر ہر چیز کے لئے خاص اندازہ ٹھہرایا۔" "تقدیر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں یعنی کسی چیز کے لئے ایک خاص طرح کی کیفیت و حالت ٹھہرا دینا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مخلوق اپنے چاروں طرف وہی پاتی ہے جس میں اس کے لئے پرورش اور نشو و نما کا سامان ہوتا ہے، دریا میں نہ تو پرند پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خشکی میں

Marfat.com

مچھلیاں۔ اگر قانونِ فطرت کے خلاف ایک گردوپیش کی مخلوق دوسرے گردوپیش میں چلی جائے تو زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر کوئی زندہ بھی رہتی ہے تو اس کی فطرت تبدیل ہو کر ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسا گردوپیش ہوتا ہے۔ اگر قطب شمالی کے ریچھ کا بچہ کسی گرم آب وہوا میں لے جا کر پرورش کیا جائے تو اس کی فطرت گردوپیش کے مطابق ہو جائے گی۔ مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں۔ "وہی ہے جس نے ایک ایک چیز کے لئے صورت وجسامت، قوت واستعداد، اوصاف وخصائص، کام اور کام کا طریق، بقاء کی قدرت، عروج وارتقاء کی حد اور دوسری وہ تمام تفصیلات مقرر کی ہیں جو اس چیز کی ذات سے متعلق ہیں اور پھر اسی نے عالم وجود میں وہ اسباب ووسائل اور مواقع پیدا کئے جن کی بدولت ہر چیز اپنے اپنے دائرے میں اپنے حصہ کا کام کر رہی ہے۔" (تفہیم القرآن)

درحقیقت بے ارادہ وبے اختیار دنیا قانونِ فطرت کی پابند ہے۔ یہ قانون اُسی معلّمِ فطرت کا بنایا ہوا ہے جو، یہ کارخانۂ قدرت چلا رہا ہے۔ جو انسان سے ارادہ واختیار میں کم مخلوق کو اپنی بقاء کا علم دے کر ان کی نگہبانی ودستگیری کے فرائض خود انجام دے رہا ہے۔

جمادات کی بقاء تجاذبِ ذرات پر ہے اس لئے انھیں بیرونی دنیا کا محتاج نہیں بنایا، نباتات چل پھر نہیں سکتے لہٰذا آنکھیں کھولتے ہی اپنی غذا اپنے قدموں تلے پاتے ہیں، حیوانات چل پھر سکتے ہیں لیکن جوتنے بونے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے ان کی غذا چاروں طرف بکھری ہوئی ہے لیکن انسان جو ارادہ واختیار میں خود مختار ہے بغیر محنت وجاں فشانی اور جدوجہد وقربانی کے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا جمادات ونباتات ارادہ واختیار سے یکسر محروم ہیں، حیوانات جزوی طور پر مانوس ہیں لیکن خالق نے ان کی فطرت وجبلّت ایسی رکھی ہے کہ اطاعت وفرماں برداری پر مجبورِ محض ہیں۔ اُن سے غلطی نہیں ہوتی اس لئے سزا کے مستحق نہیں۔

خالق اور مخلوق

کائنات میں ہستیاں دو ہی ہیں، ایک خالق کی اور دوسری مخلوق کی۔ انسان بھی اسی طرح مخلوق ہے جس طرح دیگر مخلوقات۔ انسان کی بھی فطرتِ الٰہی اسی طرح نگہبانی ودستگیری کرتی ہے جس طرح دیگر مخلوقات کی۔ اسے جب تک خیر وشر کا شعور نہیں ہو جاتا، وحیِ فطرتِ الٰہی

Marfat.com

کا اسی طرح پابند رہنا ہے جس طرح دیگر غیر ذی شعور مخلوق۔ بلی اور کتوں کے بچوں کو دیکھئے، پیدا ہونے کے کئی دن بعد ان کی آنکھیں کھلتی ہیں لیکن پیدا ہوتے ہی، جیسے ہی ماں انھیں چاٹنے لگتی ہے وہ خود بخود پستانوں میں منہ مارنے لگتے ہیں اور پستانوں کے منہ میں آتے ہی اسے چوسنے لگتے ہیں۔ خود انسان کا بچہ بھی یہی کرتا ہے۔ مانا کہ ماں اسے گود میں لے کر پستان اس کے منہ میں خود دیتی ہے لیکن چوسنے کا کام بچہ ہی کرتا ہے۔ یہ خالق کائنات کے تدبیری احکام ہیں جو وحیِ فطرت کے ذریعہ جہاں ایک طرف ہر اُس مخلوق کو کئے جاتے ہیں جو ادراک سے خالی ہے وہیں دوسری طرف ادراک رکھنے والی مخلوق کو بھی کئے جاتے ہیں اور اسے بھی پابند رہنا پڑتا ہے۔ ایک ماں کو دیکھئے، اپنی تمام تکلیفیں بھول کر کس طرح بچے کی نگہداشت کرتی ہے؟ خود بھوکی رہتی لیکن اسے دودھ پلاتی ہے خود نہیں پہنتی لیکن اسے ضرور پہناتی ہے۔ راتوں کی نیند اور دن کا سکون سب کچھ اس کے لئے قربان کر دیتی ہے اور جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے اور اس کا شعور ادراک کی گرفت میں آکر پختہ ہوتا جاتا ہے وہی ماں اس کی دایہ گیری کے فرائض سے دست بردار ہوتی جاتی ہے۔ اب وہ بچے کو زبانی احکام دیتی ہے جس میں مامتا بھری تنبیہہ بھی ہوتی ہے اور راہِ عمل کے لئے ہدایت بھی۔ یہ ہدایت و احکام اب تکلیفی بن جاتے ہیں اور جب بچہ سنِ بلوغ کو پہنچ جاتا ہے، قانونِ شریعت کے تکلیفی احکام، ماں کے تکلیفی احکام کی جگہ لے لیتے ہیں۔ جس طرح اس کے صحیح نشو نما اور ارتقاء کے لئے ماں کے تکلیفی احکام ضروری تھے اُسی طرح اب زندگی کے آئندہ پروگراموں کے لئے قانونِ شریعت کے بھی تکلیفی احکام ضروری ہیں کیونکہ وہ دنیا میں اللہ کا نائب ہے اور مادی دنیا کی تمام چیزیں اس کے لئے مسخر ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ - (۴۵ : ۱۳)

"اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔"

کائنات انسان کے لئے دو طرح سے مسخر ہے: اوّل کائنات کی کچھ چیزیں خالق کے حکم کے مطابق انسان کی دایہ گیری کے فرائض انجام دے رہی ہیں، جیسے چاند، سورج، ستارے ہوا اور پانی وغیرہ۔ دوم وہ چیزیں جنھیں انسان طفلِ نادان کی طرح کھلونا سمجھ کر استعمال کر رہا ہے اور

Marfat.com

توڑ پھوڑ رہا ہے۔ جیسے مٹی، معدنیات، نباتات، آگ اور مویشی وغیرہ۔ یہ دونوں چیزیں قانونِ فطرت کی پابند ہوتے ہوئے عدل کے میزان پر قائم ہیں اس لئے خالقِ کُل نے انسانوں کو بھی قانونِ شریعت دے کر متنبہ فرمادیا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝ (سورۃ رحمٰن۔ ۱-۸)

"رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔ آسمانوں کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔ اس کا تقاضہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو"

قرآن قانونِ شریعت ہے اور اس کا علم معلمِ فطرت نے انسان کو اس لئے دیا ہے کہ بے ارادہ و بے اختیار مخلوق کی طرح وہ بھی اس کا پابند رہے تبھی دیگر مخلوقات کی طرح اعتدال کی میزان پر قائم رہ سکتا ہے اور اس کی بقا ر کی ضمانت ہے۔ خالقِ کائنات کی ربوبیت ذرّے ذرّے سے عیاں ہے، بے ارادہ و بے اختیار دنیا کی ایک ایک حرکت میزان پر قائم ہے۔ اگر اس میزان میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی ہو جائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ قانونِ فطرت کے پابند سیاروں کی میزان پر غور کیجئے، اگر کوئی سیارہ اپنے مدار سے ہٹ کر زمین کے مدار میں داخل ہو جائے تو حضرتِ انسان کی خدائی کا کیا ہوگا؟ وہ قیامت کا ہی دن ہوگا جب سورج کے قریب تر ہو جانے سے تمام زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہی میزان اور عدل انسان کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک جنبش میں ہوگی اگر وہ قانونِ شریعت کا پابند ہوگا تو یہی سچے معنوں میں خالق کی بندگی و عبادت ہوگی جس طرح بے ارادہ و بے اختیار دنیا کی کارپردازی اور اپنے ماحول سے مطابقت ان کی عبادت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۲۴: ۴۱)

"کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمان و زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، سب اللہ کی تسبیح میں سرگرم ہیں، پرندے بھی جو اپنا پر کھولے ہوئے فضا میں اڑتے رہتے ہیں)

Marfat.com

سب نے اپنی اپنی عبادت و تسبیح کا طریقہ جان لیا ہے (اور اس پر کاربند ہیں) اور وہ جو کچھ کرتے رہتے ہیں اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں۔" (ترجمان القرآن)

انسان اور اللہ

موجوداتِ عالم پر نظر ڈالئے کائنات میں جس قدر بھی مخلوقات ہیں چاہے وہ بے ارادہ ہوں یا صاحب ارادہ چاہے وہ بے اختیار ہوں یا با اختیار، ہر ادنیٰ مخلوق اپنے سے اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کے کام آرہی ہے۔ اگر مخلوق میں یہ مراجعت ختم ہو جائے تو کائنات سے زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ جمادات، نباتات کے کام آرہے ہیں۔ نباتات، حیوانات کے کام آرہے ہیں اور چونکہ انسان ارادہ و اختیار میں تمام مخلوقات میں افضل ہے لہٰذا ہر مخلوق انسان کے کام آرہی ہے بقائے حیات کے اس فلسفے کے تحت انسان کو بھی اپنے سے اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کے کام آنا چاہیئے اگر انسان کی مراجعت اپنے سے کمتر درجہ والی مخلوق کی طرف ہوئی تو اس کی زندگی میں اعلیٰ قدروں کا فقدان ہوگا اور اس کی تمام جدوجہد صرف جسمانی حفظ و بقاء کے لئے ہی ہوگی۔ وہ اپنے اسی ابتدائی مادے کی طرف لوٹ رہا ہوگا جس میں وجود میں آنے سے پیشتر تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔" ایک زندہ انسان وہ ہے جو اپنی زندگی کو اپنے خالق کے وجود کی بنیادوں پر قائم کرتا ہے، نہ کہ وہ جو اپنی زندگی اپنے جسمانی ہیکل کے حفظ و بقا کی اساس پر تعمیر کرتا ہے، پس اس زندگی کی حقیقت موت ہوگی کیونکہ وہ اُس ابتدائی اور اولین حالتِ وجود کو لوٹنے کا ایک ذریعہ ہوگی" (جنید بغدادیؒ ص ۱۶۹) جب انسانی جدوجہد کا مقصد صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل ہو جاتا ہے تب اس کا زوال لازمی ہو جاتا ہے، کیونکہ نفسانی خواہشات حرکت میں تعطل پیدا کرتی ہیں، یہ نباتات کی صفت ہے اور تعطل کے بعد جمود لازمی ہے، یہ جمادات کی صفت ہے۔ جمود فنا ہے اور حرکت زندگی!

انسانی عقل اور حیوانی عقل

انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرنے والی شئے علم ہے۔ اسی علم کی وجہ سے حیوانی عقل

Marfat.com

اور انسانی عقل میں فرق ہے۔ اگر انسان حیوانی عقل سے کام لیتا ہے تو یہ اس کا ارتقا نہ ہو گا بلکہ اپنے اصل مقام سے گرنا ہو گا۔ ہمارے سامنے ابلیس کی مثال موجود ہے۔ ابلیس جنات کی مخلوق سے تھا لیکن اس نے اپنے سے اعلیٰ مخلوق کی طرف رجوع کیا۔ یعنی فرشتوں کی صفات اختیار کر کے خالق کا قرب حاصل کر لیا۔ یہ ارتقاء کی آخری منزل تھی، اس منزل پر پہنچ کر جب جنات کی عقل سے کام لیا تو جنات تو کیا تمام مخلوقات کی صف سے نیچے گر کر شیطان کی ایک نئی مخلوق میں تبدیل ہو گیا۔ انسانی عقل رکھنے والوں کے لئے ہر چیز میں نشانیاں ہیں، ہر قصہ میں عبرت ہے اور ہر لغزش میں نصیحت ہے۔ قرآن دونوں قسم کے انسانوں کی تصویر پیش کرتا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ (سورۃ تین)

"قسم ہے تین کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور امن والے شہر کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔ پھر اسے اُلٹ پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا۔ ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے ایسا بدلہ ہے جس کا سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے گا۔"

یہاں جمادات کی بھی قسم کھائی جا رہی ہے اور نباتات کی بھی اور امن والے شہروں کی بھی، چونکہ انسان کا مقام جمادات، نباتات اور حیوانات سے بلند ہے اس لئے اسے اپنے سے اعلیٰ ہستی کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیئے اور انسان سے اعلیٰ ہستی اس کے خالق کی ہی ہے۔ خالق کے احکام کی پابندی پر ہی یہ دنیا اس کے لئے امن کا شہر ہے اور ترقی کا ایسا سلسلہ ہے جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ لیکن احساس و ارادہ میں خود مختار ہونے کے سبب اگر حیوانی عقل کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ اسفل سافلین اُس کے لئے یہ دنیا جہنم زار بنا دیں گے اور رفتہ رفتہ نیچے سے نیچے گرا کر فنا کر دیں گے۔ اسے یوں سمجھیئے گھوڑا گدھے سے بہتر ہے، گدھا صرف بوجھ اٹھا سکتا ہے جب کہ گھوڑا بوجھ بھی اٹھا سکتا ہے اور پھرتی کے ساتھ دوڑ بھی سکتا ہے۔ گھوڑے کی تخلیق ہی اس لئے ہوئی ہے کہ سوار کو پیٹھ پر بٹھا کر پھرتی اور چابکدستی سے سوار کے اشارے پر جہاد میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ اب اگر وہ اپنے

Marfat.com

لازمی فعل سے پھر جائے تو اسے گدھے کا کام سونپ دیا جاتا ہے۔ یہ اس کے لئے ہلاکت اور نقصان کا باعث ہے۔ گھوڑے نے اپنی حرکت میں تعطّل پیدا کیا، تعطل جمود کا پیش خیمہ ہے اور جمود جمادات کی صفت ہے۔ (مولانا رومؒ)

تخلیقِ آدم:- انسان صرف مادی ہیولیٰ نہیں بلکہ اور بھی کچھ ہے۔ اگر صرف مادی جسم ہی انسان ہوتا تو مردہ بھی انسان ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس عالمِ ہست و بود میں جو چیزیں حواسِ خمسہ کی گرفت میں آ رہی ہیں، صرف وہی حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ ایسی حقیقتیں بھی ہیں جو انسانی عقل سے ماوراء ہیں۔ ان حقیقتوں کا علم قادرِ مطلق کے علاوہ کسی کو نہیں۔ سائنسداں یہ تو بتا سکتے ہیں کہ ایسا کیسے ہوتا ہے؟ لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہی کیسا اور کیوں دو عالم کے وجود کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ایک عالمِ محسوسات اور دوسرا عالم غیر محسوسات یا ایک عالمِ اجسام اور دوسرا عالمِ ارواح۔ خالق ایک ہی ہے اور اس نے انسان کی تخلیق میں دونوں عالم کی اشیاء سے کام لیا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ۝ (۱۵: ۲۸-۲۹)

"پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ "میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔"

انسان کے وجود میں ایک طرف پست ترین شئے مٹی ہے جو ہمیشہ قدموں سے پائمال ہوتی رہتی ہے اور وہ بھی سڑی ہوئی دوسری طرف قادرِ مطلق، خالقِ کل اور صانعِ کائنات کی روح سے پھونکی ہوئی کچھ روح۔ اسی روح کی وجہ سے انسان مسجودِ ملائک بنا اور مسجودِ ملائک بنتے ہی عالمِ محسوسات کی تمام چیزیں اس کے تصرف میں آ گئیں کیونکہ اسباب و علل کو چلانے والے فرشتے ہیں اور فرشتے انسان کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ اس کے یہ معنیٰ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان کو اُلوہیت کا بھی کچھ حصہ مل گیا۔

27803

Marfat.com

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

"اور اے پیغمبرؐ یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں (اسرارِ کائنات کا) علم جو کچھ دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے (اس سے زیادہ تم نہیں پا سکتے)" ترجمان القرآن (۱۷: ۸۵)

انسان کے اندر غور و فکر، ارادہ و اختیار اور علم و دانش وغیرہ کی جو صفات ہیں وہ اسی رُوح کی وجہ سے صفاتِ الٰہی کا پرتو ہیں۔ یہی وہ صفات ہیں جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں لیکن یہ اتنی قلیل ہیں کہ انسان عبد کے حدود میں ہی رہنے پر مجبور ہے۔ قرآن کا غائر نظر سے مطالعہ کیجئے، وہ جگہ جگہ اپنے پڑھنے اور سننے والوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ وہ عالمِ محسوسات سے عالمِ غیر محسوسات کا استدلال کرتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز میں ایک بولتی ہوئی پروردگاری موجود ہے اور جب پروردگاری موجود ہے تو پروردگار بھی ضرور ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مخلوق موجود ہے اور خالق نہیں، نظامِ کائنات چل رہا ہے اور نظام کا چلانے والا نہیں، صناعی موجود ہے اور صانع نہیں؟ قرآن کے مطابق زمین کے اندر اور باہر کی ہر چیز میں، آسمان اور آسمان میں تیرتے ہوئے چاند سورج اور ستاروں میں، زندگی اور اس کے تغیر میں، یہاں تک کہ خود انسان کے اندر خالقِ کُل کی نشانیاں ہیں، اگر انسان عقلِ سلیم سے کام لے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (۱۲: ۱۰۵)

"اور آسمان و زمین میں (معرفتِ حق کی)، کتنی ہی نشانیاں ہیں، لیکن (افسوس انسان کی غفلت پر) لوگ ان میں سے گذر جاتے ہیں اور نظر اٹھا کر دیکھتے تک نہیں۔

(ترجمان القرآن)

حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں۔ "قدرت کی بہت سی نشانیاں، وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پروائی اور سبک سری سے گذر جاتے ہیں اور ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان، کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے، یہ گردش والا چاند، یہ درخت اور یہ پہاڑ، یہ کھیتیاں اور سبزیاں، یہ تلاطم پیدا کرنے والے سمندر اور یہ زور زور سے چلنے والی ہوائیں، یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ میوے،

Marfat.com

یہ الگ الگ غلّے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقل مند کو اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں کہ وہ اُن سے اپنے خدا جو احد ہے، جو صمد ہے، جو فرد ہے، جو واحد ہے، جو لاشریک ہے، جو قادر اور قیّوم ہے اور جو باقی اور کافی ہے، کی ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں ؟"

ذاتِ باری تعالیٰ

جس نے کائنات کی ہر چیز کو جانور کی عقل سے دیکھا، جس نے زمین کو زمین، درخت کو درخت پہاڑ کو پہاڑ، دریا کو دریا اور سمندر کو سمندر سمجھا اور جانور ہی کی طرح ان کا استعمال اپنے جسمانی حفظ و بقا کے لئے کرتا ہوا کیڑے مکوڑوں کی طرح مر گیا۔ یا جانور کی عقل سے کام لیا اور اسی عقل سے غور و فکر کیا تو نظامِ عالم نے چلنے میں اسباب و علل کو دخیل سمجھ لیا اور اس پر ان کا ایمان ہو گیا کہ ہر چیز سبب سے پیدا ہوتی ہے۔ ہر چیز کے پیدا کرنے میں مادّے کا ہاتھ ہے اور مادّے کی ابتدائی بنیاد عناصر اربع، جواہر مُردہ یا سالمات، یا ایتھر یا برق پاروں وغیرہ کو بتایا لیکن یہ نہ سوچا کہ یہ سب کہاں سے آئے؟ بیشک آج حیوانات محض نطفے سے پیدا ہو رہے ہیں، پرندانڈے سے پیدا ہو رہے ہیں اور درخت گٹھلی سے پیدا ہو رہے ہیں لیکن نطفہ اور انڈے کا مخرج پہلا انسان اور پہلا حیوان کہاں سے آیا، پہلی گٹھلی اور پہلا مادہ کہاں سے آیا؟ یہ نہیں بتایا جاسکتا۔ اسباب و علل پر یقین رکھنے والے اس سلسلے کو جتنا آگے بڑھاتے جائیں گے اور نظامِ کائنات پر غور کرتے جائیں گے اتنی ہی حیرت اور درماندگی بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی راہ کی ابتدا بھی عجز و حیرت سے ہوتی ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہی ہے۔

تا بود دلم ز علم محروم نہ شُد — کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شُد

اکنوں کہ ہمی بنگرم از روئے خرد — معلوم شُد کہ ہیچ معلوم نہ شُد

(عمر خیام)

قرآن جو انسان کو اس کی حقیقی منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اپنے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

Marfat.com

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ۝ (۱۰: ۳۱-۳۲)

"اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو! وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین کی بخشائشوں کے ذریعہ روزی دیتا ہے؟ وہ کون ہے جس کے قبضہ میں تمہارا سننا اور دیکھنا ہے؟ وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے؟ اور وہ کون ہے جو تمام کارخانۂ ہستی کا انتظام کر رہا ہے؟ یہ فوراً بول اٹھیں گے کہ "اللہ"۔ پس تم کہو اگر ایسا ہی ہے تو پھر انکارِ حق کے نتیجے سے ڈرتے کیوں نہیں۔ یہی اللہ فی الحقیقت تمہارا پروردگار ہے۔ پھر بتلاؤ سچائی جان لینے کے بعد اسے نہ ماننا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ تم حقیقت سے منہ پھیرے کدھر جا رہے ہو۔" (ترجمان القرآن)

عقیدۂ آخرت

اللہ کو جان لینے اور آخرت کو تسلیم کر لینے سے اللہ کا کوئی بھلا نہیں بلکہ انسان کا اپنا بھلا ہے۔ عقیدۂ آخرت سے انسان کی زندگی کا نصب العین یکسر بدل جاتا ہے، وہ جسمانی حفظ و بقا کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اور اخلاقی زندگی گذارنے کی فکر میں ہمیشہ کوشاں رہتا ہے اس کے لئے جس قدر بھی مصیبتیں اور پریشانیاں سامنے آئیں خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے، یہاں تک کہ جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا، کیونکہ عقیدۂ آخرت انسان کو ایک قسم کا تحفظ بخشتا ہے، اسے ابدی زندگی کی خوشخبری سناتا ہے، اسے پختہ یقین دلاتا ہے کہ جسمانی موت سے وہ فنا نہ ہوگا بلکہ اصل زندگی کی شروعات ہوگی جس میں مادی زندگی کی جدوجہد کا پھل ملے گا۔ اس سے دنیائے انسانیت حقیقی معنوں میں پائدار امن اور سچی نعمتوں سے مالامال ہوتی ہے۔ عقیدۂ آخرت سے انسان کے اندر نفسیاتی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی مثالوں سے تاریخ اسلامی بھری پڑی ہے۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:-

قادسیہ کی جنگ میں حضرت سعد بن وقاصؓ کی سپہ سالاری میں جو لشکر جنگ کر رہا

Marfat.com

تھا اس میں اسلام کے مشہور جنگ جو اور بہادر ابو محجنؓ ثقفی بھی شامل تھے۔ انھیں سالارِ لشکر نے شراب پینے کے جرم میں قید کر رکھا تھا۔ ابو محجنؓ قید خانے کی کھڑکی سے جنگ کا نقشہ دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے حضرت سعد بن وقاصؓ بھی ان دنوں پھوڑوں اور عرق النسار کی بیماریوں کی وجہ سے جنگ میں شامل نہ تھے لیکن محل کے بالاخانے میں تکیہ کے سہارے بیٹھ کر جنگ کی نگرانی کرتے ہوئے قائم مقام سالار کو ہدایت بھیجتے رہتے تھے۔ ابو محجنؓ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے رہا کر دیجئے تاکہ میں بھی جنگ میں حصہ لے سکوں لیکن حضرت سعد ابن وقاص نے درخواست قبول نہ کی۔ آخر بے تاب ہو کر سعدؓ کی بیوی سلمیٰ سے کہا۔ "تم مجھے خدا کے لئے چھوڑ دو اگر میں زندہ بچ گیا تو پھر واپس آکر اپنے ہاتھوں سے بیڑیاں پہن لوں گا اور اگر مارا گیا تو مجھے دفن کرا دینا۔ سلمیٰ نے بھی کچھ خیال نہ کیا۔ ابو محجنؓ افسوس کے لہجہ میں اشعار پڑھنے لگے جس کے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

كَفَىٰ حُزْنًا تَرْتَدِي الْخَيْلُ بِالْقَنَا وَأُتْرَكُ مَشْدُودًا عَلَيَّ وَثَاقِيَا

"اس سے بڑھ کر غم کیا ہوگا کہ سوار نیزہ بازی کریں اور میں زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہوں۔"

اذا قمت عناني الحديد واغلقت مصاريع من دوني تصم المناديا

"جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اٹھنے نہیں دیتی اور اس طرح دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ کسی کو پکارو تو کوئی سنتا نہیں۔"

سلمیٰ کے دل پر ان اشعار کا ایسا اثر پڑا کہ انھوں نے خود آکر بیڑیاں کاٹ دیں اور سعدؓ کی سواری کا گھوڑا جس کا نام بلقار تھا اصطبل سے دیا۔ ابو محجنؓ سوار ہو کر میدانِ جنگ میں نکلے اور نیزہ بازی کرتے ہوئے "اللہ اکبر" کہہ کر میمنہ پر حملہ کیا۔ پھر تکبیر کہہ کر میسرہ پر ٹوٹ پڑے اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف جاتے تھے صفیں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ تمام لشکر ان کے اس مردانہ حملہ سے متحیر تھا کہ یہ کون بہادر ہے؟ سعدؓ بھی حیران تھے اور دل ہی دل میں کہتے تھے کہ انداز تو ابو محجن کا ہے لیکن وہ تو قید خانے میں قید ہیں اور طرفہ تماشہ یہ کہ گھوڑا بھی میرا ہے۔ جب رات ہوئی تو ابو محجن نے میدانِ جنگ سے واپس آکر خود بیڑیاں پہن لیں جب صبح ہوئی تو حضرت سعدؓ نے اپنی

Marfat.com

بیوی سے فرمایا۔ "میں نے ایک شہسوار کو بڑے شاندار طریقے سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حملہ کا انداز بالکل ابو محجن جیسا تھا اگر وہ میری قید میں نہ ہوتے تو میں یہی سمجھتا کہ وہ ہی ہیں"۔ سلمیٰ نے تمام حالات بتائے تو حضرت سعد نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا۔ "خدا کی قسم مسلمانوں پر جو ایسی جاں نثاری کرے میں اس کو قید نہیں کر سکتا"۔ ابو محجنؓ نے بھی کہا۔ "خدا کی قسم میں بھی اب کبھی شراب نہیں پیوں گا"۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی کا واقعہ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ حضرت خالدؓ کو چھوڑ کر دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا جنرل نہیں ہوا جس نے کبھی شکست کا منہ نہ دیکھا ہو۔ شام کی فتوحات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عین محاذِ جنگ میں انھیں معزول کر دیا۔ تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کبھی فوجی مصارف کا حساب کتاب دربار خلافت میں نہیں بھیجتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل اسے درگزر کرتے رہتے تھے اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اسی زمانہ سے ان کی یہ روش پسند نہ تھی، اس لئے خلیفہ ہوتے ہی آپ نے ان کو تاکید کی کہ آئندہ سے فوجی حساب کتاب بھیجا کریں اور بلا ان کی اجازت (خلیفہ کی) کسی کو ایک بکری بھی نہ دیں۔ حضرت خالد نے جواب میں لکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا چلا آیا ہوں، اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ لکھا کہ تم سپہ سالاری اسی شرط پر کر سکتے ہو کہ فوجی مصارف کا حساب باضابطہ بھیجتے رہو لیکن اب بھی خالدؓ اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس پر بھی انھیں معزول نہیں کیا گیا بلکہ حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت کر دیا گیا۔ خالد نے بھی کسی طرح کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور اسی طرح دادِ شجاعت دیتے رہے بلکہ دمشق کا قلعہ اکیلے ان ہی نے فتح کیا۔

اس کے بعد ۱۷ھ میں انھوں نے اشعث بن قیس نامی شاعر کو اپنی مدح کے صلے میں دس ہزار درہم کی خطیر رقم بطور انعام دے ڈالی۔ پرچہ نویسوں نے فوراً یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بازپرس کی اور حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ اگر خالدؓ نے، یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔ جو قاصد یہ حکم لے کر گیا تھا، اس نے خالدؓ سے پوچھا یہ رقم تم نے کہاں سے دی ہے؟ اس وقت بھی خالدؓ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خالدؓ اگر اپنی خطا کا اقرار کر لیتے تو انھیں معاف

Marfat.com

کہنے کا حکم تھا لیکن انھوں نے اقرار نہ کیا تب خالدؓ کو بھرے مجمع میں طلب کر کے نشانِ معزولی کے طور پر ان کے سر سے ان کی ٹوپی اتاری اور ان کی سرتابی کی سزا میں ان ہی کے عمامے سے ان کی گردن باندھی۔ حضرت بلالؓ نے دوبارہ اٹھ کر ان سے دریافت کیا کہ یہ انعام تم نے کہاں سے دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اپنی جیب سے۔ قاصد نے یہ سن کر مشکیں کھول دیں اور ٹوپی و عمامہ واپس کر دیا۔ علامہ ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ خالدؓ نے بھرے مجمع میں کہا "میں نے دربارِ خلافت کا فرمان سُنا اور مانا۔" (تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون)

اس واقعہ پر غور کریئے، جس جانباز کی تلوار نے عراق و شام کی قسمت کا فیصلہ کیا، جسے دربارِ رسالت سے سیف اللہ کا خطاب عطا کیا گیا تھا، خود اپنی فوج کے سامنے رُسوا ہوا۔ اس واقعہ سے اسلامی فوج اور خالدؓ کی نیک نفسی، خوفِ آخرت، حق پرستی اور جراَتِ نفس کی شہادت ملتی ہے۔ آپؓ نے نہ تو جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اور نہ ہی کسی ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ اسی طرح ایک عام سپاہی بن کر بقیہ جنگوں میں شریک رہے۔

حضرت ماعزؓ بن مالک ایک صحابی تھے جو بشری کمزوری کے سبب زنا کے مرتکب ہوئے واقعہ کے بعد ان کا روحانی احساس بیدار ہوا، وہ جانتے تھے کہ اس کی سزا موت ہے پھر بھی انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اپنی حالت عرض کی اور سزا کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ ان کی درخواست رد کی اور لوگوں سے تحقیق کی "یہ پاگل تو نہیں ہو گئے؟" سب نے کہا: نہیں، یہ پاگل نہیں ہیں، اس کے بعد ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ وہ میدان میں کھڑے کئے گئے اور ان پر لوگوں نے ہر طرف سے سنگ باری کی۔ اسی حالت میں انھوں نے جان، جانِ آفریں کے سُپرد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: "ماعزؓ کے لئے دعا کرو، اس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر وہ پوری قوم میں بانٹی جائے تو اس میں سب کی گنجائش ہو سکتی ہے۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ قبیلہ غامد کی ایک عورت کا ہے بلکہ مندرجہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ اس نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! مجھے پاک کر دیجئے، مجھ پر حد جاری فرمایئے، میں زنا سے حاملہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جا بچے کی پیدائش

Marfat.com

کے بعد آنا۔ وہ بچہ کی پیدائش کے بعد پھر آئی، آپؐ نے فرمایا جاؤ اُسے دودھ پلا جب بچہ دودھ چھوڑ دے تب آنا۔ دودھ چھڑانے کے بعد اللہ کی بندی پھر آئی، ابھی تک اس کے اعترافِ گناہ کا جذبہ کم نہیں ہوا تھا۔ بچہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے بچہ کو لے کر ایک انصاری صحابیؓ کے سپرد کیا اور حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خالدؓ نے بھی ایک پتھر اس کے سر پر مارا تو اس کے خون کی چھینٹیں اُڑ کر حضرت خالدؓ کے کپڑوں میں پڑیں۔ اس پر انھوں نے اس عورت کو برا کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "خالد! چُپ رہو، اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے وہ توبہ کی ہے، کہ اگر شاہی محصول لینے والا بھی وہ توبہ کرتا تو بخشا جاتا۔" (دونوں واقعات صحیح مسلم کتاب الحدود میں ہیں۔)

ان واقعات میں صرف احساسِ گناہ اور خلشِ ضمیر کا ہی جذبہ کارفرما نہیں ہے بلکہ دنیا لیئے آخرت پر پختہ یقین، خدا کا خوف، رسولؐ کی محبت اور ضمیر کی پاکیزگی کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ اگر صرف احساسِ گناہ اور خلشِ ضمیر ہی ہوتا تو یہ اپنے آپ کو چپ چاپ ختم کر لیتے لیکن انھوں نے اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے کو پاک کیا۔ بعض لوگ کہہ سکتے ہیں "یہ سب پرانی باتیں ہیں، یہ سب آج ممکن نہیں"۔ اس لئے میں ابھی کل کا ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں۔ مصر کے صدر کرنل ناصر نے اخوان المسلمین کو "اینگلو مصری پیکٹ ۱۹۵۴ء کی مخالفت کرنے پر خلاف قانون قرار دے دیا اور ایک جعلی سازش کے تحت کہ اخوان نے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تھی، تمام کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔" مصر کے نامور اخبار "المصری" کے ایڈیٹر ابو الفتح کا بیان ہے کہ "چند ہفتوں کے اندر اندر گرفتار شدگان کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔" ان گرفتار شدگان میں سید قطب بھی تھے۔ انھیں مصر کی مختلف جیلوں میں رکھا گیا۔ کبھی قلعہ کی جیل میں، کبھی فوجی جیل میں اور گاہ ابوزعبل کی ہولناک جیل میں۔ سید موصوف کی گرفتاری اور تعذیب کی داستان بڑی زہرہ گداز ہے۔ شام کے اخبار "ہفت روزہ الشہاب" کے حوالے سے ہم اس کی تلخیص نقل کرتے ہیں:-

"فوجی افسر سید قطب کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے گھر میں داخل ہوئے تو سید قطب انتہائی شدید بخار میں مبتلا تھے انھیں اسی حالت میں پابند سلاسل کر لیا گیا اور پیدل جیل تک لے جایا

Marfat.com

گیا۔ راستے میں شدتِ کرب کی وجہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے تھے اور جب ہوش میں آتے تو ان کی زبان پر "اللہ اکبر وللہ الحمد" (یہ اخوان کا نعرہ ہے) کے الفاظ جاری رہتے۔ انھیں جب السجن الحربی (فوجی جیل) میں داخل کیا گیا تو جیل کے دروازے پر ان کی ملاقات جیل کے کمانڈر حمزہ بسیونی اور خفیہ پولیس کے افسروں سے ہوئی۔ جوں ہی سید قطب نے جیل کے اندر قدم رکھا تو جیل کے کارندے ان پر ٹوٹ پڑے اور پورے دو گھنٹے تک ان کو زدو کوب کرتے رہے۔ جیل کے اندر ان پر ایک سدھایا ہوا گرگ نما فوجی کتا چھوڑا گیا جو ان کی ران منہ میں لے کر انھیں ادھر ادھر گھسیٹتا رہا۔ اس تمہیدی کارروائی کے بعد انھیں ایک کوٹھری میں لے جایا گیا، اور ان سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا اور مسلسل سات گھنٹے تک جاری رہا۔ سید قطب کی جسمانی طاقت اگرچہ جواب دے چکی تھی مگر قلبی حرارت اور اطمینان وصبر کی طاقت نے انھیں پتھر کی چٹان میں تبدیل کر دیا تھا ان پر گوناگوں اذیتوں کی بارش ہوتی رہی مگر وہ "اللہ اکبر وللہ الحمد" کے سرودِ جاودانی میں مستغرق رہے۔ رات کو جیل کی تنگ وتاریک کوٹھری میں ڈال دیئے جاتے اور صبح کے وقت بلاناغہ انھیں پریڈ کروائی جاتی۔ ان مالا یطاق مشقتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔"

"۱۳ جولائی ۱۹۵۵ء کو مصر کی عوامی عدالت (محکمۃ الشعب) کی طرف سے سید قطب کو ۱۵ سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ عوامی عدالت کا یہ فیصلہ ان کی غیر حاضری میں سنایا گیا کیونکہ موصوف اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ وہ عدالت میں حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ پندرہ سال قیدِ با مشقت کا ابھی ایک سال گزرا تھا کہ جمال عبد الناصر کی طرف سے ایک نمائندہ سید قطب کے پاس جیل خانے بھیجا گیا۔ اس نے سید قطب کو پیش کش کی کہ "اگر آپ چند سطریں معافی نامہ لکھ دیں جنھیں اخبارات میں شائع کیا جا سکے تو آپ کو رہا کر دیا جائے گا اور جیل کے مصائب سے نجات پا کر آپ گھر کی آرام دہ زندگی سے متمتع ہو سکیں گے۔" اس پیش کش کے جواب میں اس مردِ مومن نے جو جواب دیا اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ انھوں نے کہا۔ "مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ جو مظلوم کو کہتے ہیں کہ ظالم سے معافی مانگ لے، خدا کی قسم، اگر معافی کے چند الفاظ مجھے پھانسی سے بھی نجات دے سکتے ہوں، تو میں تب بھی کہنے کے لئے تیار نہ ہوں گا اور میں اپنے رب کے حضور اس حال میں پیش ہونا پسند کروں گا کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے خوش ہو۔"

Marfat.com

جیل میں جب کبھی ان سے اس پیش کش کا ذکر گیا گیا اور معافی کا مشورہ دیا گیا تو انھوں نے ہمیشہ کہا "اگر میرا قید کیا جانا برحق ہے تو میں حق کے فیصلے پر راضی ہوں، اور اگر باطل نے مجھے گرفتار کر رکھا ہے تو میں باطل سے رحم کی بھیک مانگنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" آخر دس سال بعد عراق کے مرحوم صدر عبدالسلام کی درخواست پر ناصر نے انھیں رہا کر دیا۔ لیکن یہ زیادہ دن رہائی رہائی نہ رہی اور دوبارہ پھر گرفتار کر لیا گیا اس بار ان کے بھائی محمد قطب اور دونوں بہنیں حمیدہ قطب اور امینہ قطب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ۱۹۶۵ء کا واقعہ ہے۔ اس بار بند کمرے میں مقدمہ کی سنوائی کی گئی۔ کسی وکیل کو پیروی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ فرانس کے بار ایسوسی ایشن کے صدر (WILLIAM THORP) اور ہیگ کے مشہور وکیل (A.J.M. VANDAL) اور مراکش کے وکلاء نے حکومتِ مصر سے باقاعدہ اجازت طلب کی لیکن اجازت نہیں دی گئی۔ سوڈان کے دو وکیلوں نے قاہرہ پہنچ کر وہاں کے بار ایسوسی ایشن میں اپنا نام رجسٹرڈ کرایا اور جب پیروی کرنے کے لئے عدالت میں پہنچے تو پولیس نے انھیں دھکے دے کر نکال دیا۔ آخر اگست ۱۹۶۶ء کو فوجی عدالت نے سید قطب اور ان کے دو ساتھیوں کو موت کی سزائیں سُنا دیں۔ تمام دنیا کے اخبارات چیخ پڑے، دنیا بھر سے تمام انصاف پسند حضرات نے اپیلیں کیں لیکن مصر نے آخر ۲۵ اگست ۱۹۶۶ء کی صبح انھیں تختۂ دار پر چڑھا دیا" (ماخوذ از جادہ و منزل"۔ مترجم خلیل احمد حامدی ترجمہ معالم فی الطریق مصنف سیّد قطب شہیدؒ صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۳۰)

۱۹۵۲ء کا زمانہ تھا، پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا پوری طرح کالے انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ قادیانی جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، پاکستان کی کلیدی اسامیوں پر قابض تھے اور پاکستان کو مغربی طرز کی جمہوریت کے شکنجے میں جکڑنا چاہتے تھے تاکہ ہمیشہ اقتدار پر انہی کی گرفت رہے۔ دوسری جانب خدا دشمن اور قاتلانِ اسلام، کمیونسٹ تھے جو سارے پاکستان کو ملحد اور بے دین بنا دینا چاہتے تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان دونوں کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا اور اتنی زوردار مہم چلائی کہ باطل لرزنے لگا، اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکنے لگی۔ آخر ایک سازش کے تحت سیدؒ کو گرفتار کر لیا گیا، ان پر وطن دشمنی کا مقدمہ چلایا گیا اور انھیں پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ مولانا سیدؒ کا اگر کوئی جرم

Marfat.com

تھا تو صرف یہ کہ وہ پاکستان میں اسلامی دستور کا نفاذ چاہتے تھے۔ان کا کہنا تھا: "قرآن اور حدیث سے رہنما اصول اخذ کر کے پاکستان کا دستور اسلامی بنایا جائے اور قادیانی جو ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں، انھیں ملتِ اسلامیہ سے خارج کیا جائے" موت کی سزا سنانے کے بعد جج نے کہا کہ کہ آپ چاہیں تو رحم کی اپیل کر سکتے ہیں۔اس وقت سچے عاشقِ رسولؐ اور خدا کے دوست اُس مردِ مجاہد نے باوقار لہجہ میں پورے اعتماد کے ساتھ جواب دیا۔

"مجھے کسی سے اپیل نہیں کرنی ہے۔زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں اگر وہاں میری موت کا فیصلہ ہو چکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت سے نہیں بچا سکتی اور اگر وہاں میری موت کا فیصلہ نہیں ہوا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔" مولانا نے اپنے رفقاء سے مخاطب ہو کر فرمایا: "میں اپیل نہیں کروں گا نہ میرا بھائی، نہ میری ماں، نہ میری بیوی، نہ ہی بچے اور نہ ہی میرا کوئی رفیق میری طرف سے اپیل کرے گا۔" اس پیکرِ عزیمت نے اپنے بیٹوں سے کہا:۔ "بیٹے! ذرا نہ گھبرانا اگر میرے پروردگار نے مجھے اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو بندہ بخوشی اپنے رب سے جا ملے گا اور اگر اس کا فیصلہ نہیں ہے تو چاہے یہ لوگ الٹے لٹک جائیں مجھ کو نہیں لٹکا سکتے۔" صبح خورشید جہاں تاب نے دیکھا کہ تمام عالم اسلام کو منور کرنے والا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ پھانسی کا حکم چودہ برس کی قید میں تبدیل ہو گیا اور دو برس کے اندر ہی مولانا مودودیؒ باطل کے سینے پر دندنانے کے لئے جیل سے باہر آ گئے۔

یہ سب کیا ہے؟ وہ کون سا جذبہ ہے جس کے تحت لوگ آخری سانسوں تک سچائی کے لئے سینہ سپر رہتے ہیں! انھیں دنیا میں قربانیوں کا کوئی صلہ نہیں ملتا۔یہاں تک کہ جو کچھ ان کے پاس رہتا ہے وہ بھی کھو جاتا ہے اور موت بھی ان کے پائے استقلال کو جنبش نہیں دے سکتی، یہ وہی عقیدۂ آخرت، عالم ارواح پر یقین، خدا پر بھروسہ یعنی اپنے سے اعلیٰ کی طرف مراجعت کا کرشمہ ہے۔ایسے لوگوں کو قرآنِ حکیم کی اس آیتِ کریمہ پر پختہ یقین ہوتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝۱۴

Marfat.com

أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۔ (آل عمران ۱۴ - ۱۵)

"لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئیں ہیں۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ (اے پیغمبر) کہو میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں، اُن کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے سرفراز ہوں گے۔" (تفہیم القرآن)

مادیت اور روحانیت

دوسری طرف اس مکتبِ فکر کے لوگ ہیں جو انسان کو ارتقار کی آخری شکل سمجھتے ہیں اور اس بامِ ارتقار تک پہنچنے کے بعد اب آگے کوئی منزل نہیں اس لئے خواہشِ نفس کی آسودگی میں گم ہو جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کی جس قدر مسرتیں سمیٹ سکتے ہیں بلا شرکت غیرے کم سے کم وقت میں سمیٹ لیں یہیں سے آپسی رقابتیں اور وحشیانہ جنگوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایسا انسان سب کو مار کر خود زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ایسے ایسے ہلاکت خیز ہتھیار بناتا ہے کہ الامان والحفیظ! اس کی سب سے بڑی مثال نیوٹران بم ہے جو جانداروں کو توآنِ واحد میں فنا کر دیتا ہے لیکن غیر جاندار مادی وجود کو جوں کا توں برقرار رکھتا ہے۔ کیا یہ حیوانی عقل کا ثبوت نہیں ہے؟ ایسا وہ اس لئے کرتا ہے کہ اس کے دل میں کسی بالاتر ہستی کا خوف نہیں ہوتا اس لئے عدل کے میزان پر قائم رہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ آج کے انسان اور وحشی درندوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ غور کیجئے جب تک لوگ سیدھے سادے تھے اور روحانی دنیا پر یقین رکھتے تھے اتنی خرابی نہیں آئی تھی کیونکہ لوگوں کی فکریں درست تھیں، مگر تجرباتی سائنس نے جس نے بلاشبہ مادی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر رکھا ہے، لوگوں کی سادگی کو ختم کر دیا اور ہر اس چیز

Marfat.com

کو خرافات بتایا جو تجربات میں پوری نہیں اترتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم ایک قابل قدر شئے ہے اور یہی انسان کے امتیاز کی وجہ بھی ہے لیکن اگر علم کا مقصد اپنے سے اعلیٰ کی طرف مراجعت نہیں ہے تو یہی علم دنیا والوں کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مولانا بحر العلوم حضرت رومیؒ نے اپنے اس شعر میں اسی بات کو واضح کیا ہے:

علم را برتن زنی مارے بود　　علم را بر دل زنی یارے بود

انسان اگر علم کو اپنے نفس کا تابع کر دے گا تو علم و فضل انسانیت کے لئے اور خود کے لئے بھی وبالِ جان بن جائے گا اور اگر وہ دل یعنی وحیٔ الٰہی کے تابع رہے گا تو خود اپنے حق میں بھی اور ساری دنیا کے حق میں بھی رحمت رہے گا۔ مولانا بحر العلوم کی پیشنگوئی ہمارے سامنے ہے۔ جدید علم نے انسان کو تیز رفتار طیارے، ایٹم بموں کا ڈھیر، ریڈیو اور ٹیلی ویژنوں کا رقص، برقی قمقموں کی چاندنی ضرور دی ہے لیکن اچھے انسان نہیں دیئے۔ انسانیت کا ارتقاء رک سا گیا ہے۔ جس طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھئے انسان بلند مقاصد کے بجائے اپنے ذاتی عیش و آرام اور خود غرضانہ مقاصد کے حصول کے لئے ہی سرگرم ہیں۔ جسمانی لذتوں کی اشیاء کے ڈھیر لگے ہیں، اگر کہیں انسانیت نظر بھی آتی ہے تو اس کے پیچھے انفرادی یا قومی غرض و غایت ضرور شامل ہوتی ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"ابھی تک دنیا نے جو کچھ ترقی کی ہے وہ نفس سے باہر "آفاقی" (یعنی اپنے سے باہر بیرونی مادی) دنیا کی اشیاء کے خواص و صفات جاننے میں کی ہے، جس سے سائنس کی ایجاد و اختراعات کا تعلق ہے۔ لیکن ابھی اس سے بھی زیادہ ایک وسیع دنیا اپنے اندر کی پڑی ہے جس کو قرآن نے "انفس" کہا ہے۔ ان "انفس" یا "ارواح" کے اوصاف و خصائص کا ابھی تک بہت کم علم ہوا ہے۔ ہماری سائیکالوجی (علم النفس) ابھی اپنی ابتدائی منزل میں ہے اور اسپریچولزم (علم ارواح) ابھی طلسم و فریب کے عجائبات میں اسی طرح گرفتار ہے جس طرح موجودہ عہد سے پہلے آج کے سائنٹفک تجربے سحر و جادو کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ بہر حال نفسِ انسانی کے اندرونی قویٰ کا علم گو ابھی بہت کچھ محتاج تکمیل ہے تاہم اتنا ثابت ہے کہ کسی شے کے تصوری یقین اور خارجی وجود میں بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ مسمریزم نے جو سراسر اسی اصول پر مبنی ہے، اس حقیقت کو

Marfat.com

کسی قدر واضح کر دیا ہے۔ اسی سے معلوم ہو گا کہ مذہب نے سب سے زیادہ ایمان پر جو یقین کا ہی دوسرا نام ہے، اس قدر زور بے سبب نہیں دیا ہے۔" (سیرۃ النبی جلد چہارم صـ۶۵۲)

درحقیقت تصوری یقین پر ہی خارجی وجود کی اصل ترقی کا انحصار ہے لیکن مادہ پرستوں نے مادے کی طرح تصوری دنیا کو بھی اپنی تجربہ گاہ میں گھسیٹ لیا جو سرے سے تجربے کو قبول ہی نہیں کرتی۔ مادے کا تجربہ خارجی حالات پر منحصر ہے اور خارجی حالات کی تبدیلی پر عمل ورد عمل بدلتے رہتے ہیں۔ انھیں قوانین کی روشنی میں نفسِ انسانی کا بھی تجربہ شروع کر دیا۔ حیوانات کے نفس کا مطالعہ تو کیا جا سکتا ہے جو جسم سے متعلق ہے لیکن اس نفس کا نہیں جو روح سے متعلق ہے۔ اگر فکر کا سلسلہ تصوری یقین سے منقطع کر دیا جائے تو مادے کی طرح خارجی حالات کا اثر لے کر انسان کی صفات تبدیل ہوتی رہیں گی۔ یہ تصوری یقین ہی ہے جو انسان کو خراب سے خراب ماحول میں بھی ماحول کا تابع نہیں ہونے دیتا بلکہ ماحول کو ہی تبدیل کرنے کی جدوجہد میں لگ جاتا ہے۔ تصوری یقین اور خارجی وجود کی بہترین مثال حضرت عمر فاروقؓ کی زندگی کا ایک واقعہ ہے جسے تمام مورخین نے متفقہ طور پر لکھا ہے۔ فاروقِ اعظمؓ نے ایران پر جب عام فوج کشی کی اجازت دی اور کئی علَم تیار کرا کر سپہ سالاروں میں تقسیم کیا، ان میں ایک سالار ساریہ بن زنیم کنانی بھی تھے۔ یہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ "ساریہ زنیم کنانی نے زمانہ عام لشکر کشی میں پسا و دار ابجرد پر فوج کشی کی۔ پسا و دار ابجرد والوں نے اکرادِ فارس کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا، شہر سے نکل کر صف آرائی کی۔ میدان میں جس وقت دونوں فوجیں دست بدست لڑ رہی تھیں فاروقِ اعظمؓ جو مدینہ میں ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے، بے ساختہ بول پڑے " یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلْ " " یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلْ " (اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ! اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ) اس وقت ساریہ کا لشکر کمزور پڑ رہا تھا۔ قریب تھا کہ ایرانی لشکر غالب ہو جاتا۔ ساریہؓ نے ہزاروں میل دور اپنے خلیفہ کی یہ آواز سُنی اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پھر لوٹ کر حملہ کیا تو ایرانیوں کو شکست ہوئی جس میں بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس میں جواہرات کا ایک تھیلا بھی تھا۔ ساریہؓ نے اس کو لشکریوں کی اجازت سے خُمس کے ساتھ فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ فاروقِ اعظمؓ بہت خوش ہوئے۔ ایک ایک واقعہ دریافت

Marfat.com

کیا اور جواہرات کا تھیلا واپس کر دیا کہ اس کو بھی لشکریوں میں تقسیم کر دو، چنانچہ ساریہؓ نے اس کو فروخت کر کے تقسیم کر دیا۔" (ابنِ خلدون جلدِ اول ص۲۱۵)

سائنسداں ایسے واقعات کو تسلیم کرتے ہیں اور انھیں (TELEPATHY) انتقالِ خیال یا دور خیالی کا نام دیتے ہیں لیکن روح کا کارنامہ ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ پردۂ غیب کی دنیا ان کے تجربہ میں پوری ہی نہیں اترتی جب کہ (TELEPATHY) انتقالِ خیال بھی فی الواقع انسان کی محدود طاقتوں اور محدود حواس کے لحاظ سے ایک عجیب شئے ہے اور روح کا کھلا معجزہ ہے۔ سائنسدانوں کی اس لغزش کی طرف انگشت نمائی کرتے ہوئے مغرب کے ہی ایک مشہور سائنس دان الیکس کیرل (جو راک فیلر انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل ریسرچ میں کام کر چکا ہے) لکھتا ہے:

"وہ علوم جن کا تعلق بے جان مادے سے ہے اور وہ علوم جو انسانی زندگی سے بحث کرتے ہیں، ان کے درمیان عجیب وغریب تفاوت پایا جاتا ہے۔ ذی روح مخلوق کا علم خصوصًا انسان کے بارے میں جو معلومات ہمیں آج تک حاصل ہوئی ہیں، ان میں نمایاں ترقی نہیں ہوئی ہے۔ یہ علم ابھی اپنے ابتدائی منزل میں ہے۔ انسان انتہائی پیچیدہ مشین ہے اس لئے اس کی زندگی کی کوئی آسان اور سادہ تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ انسان نے ابھی تک ایک طریقہ بھی ایسا دریافت نہیں کیا جس کی مدد سے پوری انسانی زندگی، یعنی اس کے مختلف شعبوں اور ان کے باہمی زندگی سے تعلق کما حقہٗ سمجھا جا سکے۔ ہماری جہالت بلاشبہ بہت زیادہ اور افسوس ناک ہے، تہذیبِ جدید اب دورِ ابتلا سے گذر رہی ہے، یہ ہمارے مسائل کو حل کرنے سے عاجز ہے۔ اس کی تعمیر، نوعِ انسانی کے متعلق صحیح علم کے مطابق نہیں کی گئی بلکہ اسے سائنسدانوں کے اوہام نے، جنھیں وہ اپنے انکشافات سمجھ بیٹھے ہیں، عام انسانوں کی حیوانی خواہشات نے جنم دیا ہے۔ ہم خود اس تہذیب کے معمار ہیں، لیکن یہ ہمارے مناسبِ حال نہیں۔ ...... ہمارے علوم وفنون کا مرکز ومحور انسان ہونا چاہیئے، لیکن انسان ہی آج کل اس دنیا میں سب سے زیادہ اجنبی بن کر رہ گیا ہے۔ وہ دنیا کے معاملات کو احسن طریقے سے حل کرنے میں سخت ناکام رہا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی فطرت سے ناآشنا ہے۔ بے جان مادہ سے تعلق رکھنے والے علوم نے اس دور میں ذی روح انسانوں سے بحث کرنے والے علوم پر حیرت انگیز سبقت حاصل کر لی ہے اور یہی انسانیت کا سب سے

Marfat.com

زیاں ہے۔" (ماخوذ از ایمان اور اخلاق از عبد الحمید صدیقی)

انسان اور حیوان

جب پہلا انسان خلاء میں گیا تو سب سے پہلے اس نے خدا کو تلاش کیا اور جب خدا نظر نہ آیا تو بجائے اس کے کہ اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرتا چلا اٹھا "یہاں تو کہیں خدا نہیں" تخلیق بالحق دیکھ کر بھی قرآن کی اس آیت کریمہ پر ایمان نہ لایا :-

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ (۱۰: ۵-۶)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔ بلاشبہ رات اور دن کے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے اُن سب میں لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو (خدا کا ڈر) مانتے ہیں، غلط بینی اور غلط روی سے بچنا چاہتے ہیں۔"

اگر خلاء میں جانے والا انسان ہوتا تو اپنے چاروں طرف نیلگوں ہالہ میں قدرت کی بچی کاری دیکھ کر، اجرام سماویہ کو بلا کسی سہارے معلق دیکھ کر، کئی بار روشنی سے اندھیرے میں اور اندھیرے سے روشنی میں پہنچکر بنانے والے کی عظمت کا ضرور اعتراف کرتا لیکن وہ تو بن مانس کی اولاد تھا۔ جو مادہ سے ترقی کرتا ہوا انسان بنا اور اب آگے اس کی کوئی منزل نہیں۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے تک انسان نے ہمیشہ اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھا اور کسی نہ کسی طرح روحانی دنیا سے اپنے رشتے کو قائم رکھا لیکن چارلس ڈارون نے سب سے پہلے تمام مخلوق میں افضل انسان کو جانور بنا دیا۔ اس نے بڑے زور شور سے اعلان کیا کہ انسان کے اندر کوئی روح نہیں ہے بلکہ وہ ایک مادی وجود ہے جو بے جان مادے سے ترقی کرتا ہوا نباتات، پھر حیوانات اور حیوانات کی صف میں بن مانس

Marfat.com

بن کر انسان بن گیا۔ بلاشبہ چارلس ڈارون کی تصنیفات اصل انواع (ORIGIN OF SPECIES) اور نسب نامۂ آدم (THE DESCENT OF MAN) بہترین ادبی اور سائنسی تخلیقات ہیں اور ان میں بہت سی باتیں درست بھی ہیں لیکن انسانیت کے لئے جو سب سے مضر ہے وہ خالص مادی فلسفہ ہے جو مادہ سے بالاتر ہو کر سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔

ڈارونیت اور سائنس

ڈارون کے فلسفۂ ارتقار نے یورپی مفکرین اور حکمار کے فکر کے دھارے کو نئی دِشا اور نئی منزل کی طرف موڑ دیا۔ اب انسان مادی ضروریات میں گھرا ہوا ایک خالص مادی مخلوق ہو گیا کیونکہ انسان کی تمام تر جبلتیں اپنے آباو اجداد (جانور) کی ہی جبلتوں کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں اور انسان میں کسی قسم کی شرافت و برتری، اور روحانیت و پاکیزگی نہیں۔ یہ کہنا کہ خدا بھی ہے اور اس کی کرم و نوازشیں ہم پر ہیں، اس لئے اس کی عبادت کی جائے سب بکواس ہے (محمد قطب مصری لکھتے ہیں "میرے خیال میں ڈارون کو یہ اعتراف کرنا چاہئے تھا کہ کچھ دلائل اور شواہد کی روشنی میں، میں نشو و ارتقار کے بارے میں ایک مخصوص نقطۂ نظر تک پہنچا ہوں۔ مگر بہت سی باتیں ایسی ہیں جن تک میری رسائی نہیں ہو سکی اور میں انھیں نہیں سمجھ سکا۔ مثلاً یہ کہ زندگی کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟ وہ کیا راز ہے جو زندہ اشیاء کو زندگی سے چمٹے رہنے پر مجبور کئے ہوئے ہے اور زندگی اپنے وجود کو بچانے کے لیے کیوں کر اپنے آپ کو ماحول کے سانچہ میں ڈھالتی رہتی ہے اور یہ ثابت کرتی رہتی ہے کہ باقی رہنے کی خواہش اس کی طبیعت میں شامل ہے؟ بہر حال ان اسرار سے خالقِ زندگی ہی واقف ہے اور ابھی ان سے پردہ نہیں اٹھا ہے، ہو سکتا ہے مستقبل میں سائنسدانوں کی رسائی ان امور تک ہو جائے اور یہ راز بے نقاب ہو جائیں) ڈارون اگر یہ اعتراف کر لیتا تو اس سے آزادئ فکر، عقل کی بالادستی اور عظمتِ سائنس کو کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔ کیونکہ کسی خالقِ زندگی کے وجود کا اعتراف نہ تو سائنس کے منافی ہے اور نہ ہی سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ۔"

(ماخوذ از "اسلام اور جدید مادی افکار" مترجم سجاد احمد کاندھلوی)

آج سائنسداں جو ڈارون کے سائنسی دین سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اس کے اس فلسفۂ ارتقار

Marfat.com

کور دکر چکے ہیں۔ اگر وہ اس کے اس فلسفہ کو تسلیم کر لیتے تو انہیں مستقبل کے تمام علوم اور معلومات سے دستبردار ہو جانا پڑتا۔ ڈارون کے مطابق اس دنیا میں اس کی مخلوق کے علاوہ نہ تو کوئی دنیا ہے اور نہ ہی کوئی مخلوق ـــــ جب کہ جوہری توانائی نے ایک ہی جست میں انسان کو کائنات کی وسعتوں میں پہنچا دیا۔ جوہری توانائی نے اکثر گذشتہ سائنسی معلومات کو غلط ثابت کر دیا ہے اور سائنسدانوں کو نئی نئی معلومات فراہم کی ہیں۔ آئن اسٹائن نے (جس نے ایٹم کی کھوج کی) نظریہ کشش کے بارے میں کہا کہ یہ نظریہ عظیم تر کائنات میں منطبق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہنا یہ چاہیئے کہ آئے دن کے سائنسی تجربات اور نتائج پچھلے تجربات اور نتائج کو رد کر رہے ہیں اور قرآن کی یہ آیت ان کے لئے بدستور چیلنج بنی ہوئی ہے:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (۶۷ : ۳،۴)

"تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔"

ڈارونیت کے بارے میں مشہور سائنسداں ایکس ہل (UEX HILL) لکھتا ہے:

"ڈارونیت سائنس سے زیادہ ایک مذہب ہے۔ یہ نظریہ جن حقائق پر مبنی ہے ان میں وہ منطقی ربط مفقود ہے جو حقیقتاً سائنس کی جان ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس میں بعض چیزیں لوگوں کی دل پسند ہیں اس لئے متعدد علمی لغزشوں کی نشاندہی کے باوجود لوگ اس نظریئے پر فریفتہ ہیں۔ یہ نظریہ نام ہے ایک عزمِ صمیم کا جس کے پیشِ نظر کائنات سے نظم و ضبط کے اصول کو مٹانا ہے۔ اس طریق سے یہ نظریۂ ارتقاء ہزاروں لوگوں کا مقدس عقیدہ بن گیا ہے، ایک ایسا عقیدہ جس کا سائنس کی غیر جانبدارانہ تحقیق سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔" (ماخوذ از "ایمان اور اخلاق" از عبدالحمید صدیقی)

ڈارونیت اور یہود

(اگر چارلس ڈارون آج زندہ ہوتا تو اپنی قوم اور اپنے مذہب کے ماننے والوں کی اس قدر

Marfat.com

اخلاقی گراوٹ کو دیکھ کر ضرور افسوس کرتا کیونکہ وہ خود ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ڈارون نے صرف سائنسی علوم وفنون کا ہی مطالعہ کیا تھا، ادب اور مذہب کا مطالعہ نہیں کیا تھا اگر اس نے مذہبی کتب اور سترھویں اور اٹھارویں صدی کے ادب کا مطالعہ کیا ہوتا تو ضرور اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کی قوم کے درمیان شیطانوں کا ایک گروہ بھی موجود ہے جو بہت طاقتور ہے اور جس نے ہمیشہ اپنی سرمایہ داری کی ہوس کو پورا کرنے کے لئے اقوام عالم کی رگوں سے خون نچوڑا ہے۔ شکسپیر کا مشہور ڈرامہ (THE MERCHANT OF VANICE) اس کی مثال ہے۔ تاریخ اور عیسائیوں کی خود مذہبی کتب شاہد ہیں کہ یہودی ہمیشہ مذہب اور اخلاق دشمن رہے ہیں۔ اس لئے نبیوں اور صدیقوں کو قتل کرتے تھے کیونکہ وہ اللہ کے نیک بندے ان کی بدفعلیوں پر سرزنش کرتے تھے۔ یہودیوں کے ہی بادشاہ ہیروڈ نے اپنی داشتہ کو خوش کرنے کے لئے اس کے کہنے پر یحیٰی علیہ السلام کو قتل کیا اور ان کا سر کاٹ کر طشت میں سجا کر اس کے سامنے پیش کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا اور خود بقول عیسائی حضرات کے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا (اسلام اس کی تردید کرتا ہے)۔

یہودیوں نے جب دیکھا کہ یورپ کے لوگ ڈارونیت میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں تو ان کے ہلاکت خیز ذہن نے فلسفۂ ارتقاء کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے اور عیسائیوں سے بدلہ لینے کا بہترین ذریعہ سمجھا کیونکہ رومی سلطنت میں یہودیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ اسلامی دنیا کو چھوڑ کر تمام عیسائی دنیا میں یہودی اچھوت سمجھے جاتے تھے جب کوئی عیسائی ان سے قرض لیتا تو ان کے ہاتھوں سے نہیں لیتا تھا بلکہ دور سے کہتا "روپیہ رکھ دے اور اے سور! فوراً میری نظروں سے دور ہو جا۔" "The protocols of learned elders of Zion" "علمائے یہود کے نظم عمل" میں لکھا ہے کہ "ڈارون اگرچہ یہودی نہیں ہے مگر اس کے فلسفۂ ارتقاء کی وسیع پیمانے پر اشاعت کر کے ہم مسیحیت کو ختم کر سکتے ہیں اور غیر یہودی افکار میں گراوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔" یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود میں لکھا ہے۔ "غیر یہودی قومیں ان گدھوں کی مانند ہیں جنھیں اللہ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ اللہ کی محبوب اور چہیتی قوم (یہود) ان پر سواری کرے۔" یہودیوں کی خفیہ تعلیم کے مطابق یہودیوں کو غیر یہودی قوموں کی غفلت کا منتظر رہنا چاہیئے اور جونہی ان گدھوں کو غافل پائیں دبوچ لینا چاہیئے۔" یہ وہ دور تھا جب

Marfat.com

عالم اسلام پر جمود طاری ہو رہا تھا اور یورپ میں لادینی نَشْأَةِ الثَّانِيَة کی بنیاد پڑ چکی تھی اور صنعتی انقلاب سرمایہ داری کو فروغ دے رہا تھا۔ یہودیوں نے سوچا سرمایہ کے ذریعہ تمام دنیا پر بالادستی حاصل کر کے عالمی یہودی حکومت کے خواب کو پورا کرنے کا بہترین موقع ہے۔ اس لئے یہودیوں کی عالمی تنظیم کے حکم کے مطابق یہودیوں کے تین علماء میدان میں آئے۔ مارکس، فرائڈ اور ڈرکائم۔

مارکس کا فلسفہ

مارکس کا پورا نام کارل مارکس ہے یہ ۱۸۱۸ء میں جرمنی کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوا فلسفہ میں پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری لے کر فرانس چلا گیا وہاں سے جب نکالا گیا تو بلجیم میں پناہ لی یہیں اینجلز سے مل کر اشتراکی منشور (COMMUNIST MANIFESTO) پیش کیا۔

اس یہودی نے اپنے لئے اقتصادیات کا میدان منتخب کیا اور ایک دائمی کشمکش کی بنیاد ڈالی۔ اس نے انسان کی تمام فکروں کو معاشی ردِ عمل کا نتیجہ بتایا۔ مارکس تمام نفسیاتی اور روحانی محرکات کا منکر ہے۔ وہ کہتا ہے مذہب نہ تو کوئی آسمانی چیز ہے اور نہ ہی انسان کی نفسیاتی ضرورت بلکہ ایک ایسی "افیون" ہے جو جاگیردار اور سرمایہ دار عوام کو طبقاتی جنگ سے باز رکھنے کے لئے دیتے ہیں۔ خاندان کے بارے میں مارکس کے خیالات سنیئے وہ کہتا ہے خاندان بھی کوئی ایسی نفسیاتی ضرورت نہیں جو مرد اور عورت کے نفس میں جاگزیں ہو بلکہ خاندانی نظام معاشی ضرورت کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ مرد تمام پیداواری وسائل پر قابض ہے اس لئے عورت کو مرد کی دست نگر ہونا پڑا۔ اسی لئے مرد عورت پر ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اس کی ہو کر رہے۔ مرد کی بالادستی کو ختم کرنے کے لئے عورت کو بھی کارخانوں میں کام کرنا چاہیئے اس طرح عورتوں کو گھروں سے باہر نکال کر دوسروں کا چند لقموں کے لئے محتاج بنا دیا۔ عورت مرد اور بچے سب کام پر لگ گئے اور خاندانی بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ ماں گھر کے اندر بچوں کے جذباتی ربط کی قیادت کرتی تھی اور مرد عملی زندگی کی قیادت کرتا تھا۔ ان دونوں قیادتوں سے جن بچوں کا نشو نما ہوتا تھا وہ شریف، ایماندار، محنتی اور جاں نثار ہوتے تھے۔ ماں کے کام پر چلے جانے سے گھر ویران ہو گیا

Marfat.com

تمام بچے سڑکوں پر نکل آئے۔ جذباتی اور عملی بندھن کے ٹوٹنے سے سب آزاد ہو گئے، گاؤں ویران ہو گئے، شہروں کی آبادیاں بڑھنے لگیں۔ مزدور رات دن کارخانوں میں کام کرنے کے بعد سکون کے لئے جنسی بے راہ روی کے شکار ہو گئے اور آزاد جنسی تعلقات کی بنیاد پڑ گئی۔ یہ ہے یہودی عالم کارل مارکس کا کارنامہ۔

فرائڈ کا فلسفہ

اب آیئے فرائڈ کی طرف۔ سگمنڈ فرائڈ اصل نام، یہ آسٹریا کے شہر فیبر مبرگ کے ایک یہودی گھرانے میں ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوا۔ جب نازیوں نے ۱۹۳۷ء میں آسٹریا کو جرمنی میں ملا لیا تو اُسنے بھاگ کر انگلینڈ میں پناہ لی۔ یہ طب کا ماہر تھا اور کئی طریقۂ علاج کا مطالعہ کر چکا تھا۔ اس نے تحلیلِ ذات (SELF ANALYSIS) کے ذریعہ اپنے اور اپنے مریضوں کے لاشعور کا مطالعہ کیا اور انسانی شخصیت کے بارے میں نیا نظریہ پیش کیا۔ اس کی دو مشہور کتابیں ہیں "تعبیرِ خواب" (INTER PRECTION OF DREAM) اور "روز مرہ کی زندگی" (THE PSYCHOLOGY OF EVERY DAY LIFE) ان دونوں کتابوں نے یورپ اور امریکہ کی اجتماعی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا اور ان کی اندھی تقلید کی وجہ سے تمام دنیا میں اثرات نمایاں ہونے لگے۔ مارکس نے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا، فرائڈ نے جنس کی آلودگیوں میں لتھیڑ دیا۔ فرائڈ کے یہاں اخلاقی ضمیر کا کوئی وجود نہیں۔ اس کی نظر میں ضمیر فطری جذبات کے کچلے جانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ فرائڈ کی نظر میں مذہب اور اخلاق بدترین جرم کی پیداوار ہیں۔ مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اولیں دور میں کسی انسان نے اپنی ماں میں ایک زبردست جنسی کشش محسوس کی اس لئے باپ کو قتل کر کے ماں کو حاصل کر لیا لیکن جب اسے شرمندگی محسوس ہوئی تو اپنے مردہ باپ کو عزت دینے کے لئے اسے خُدا مان لیا اس طرح مذہب اور اخلاق کی بنیاد پڑی (یہ دراصل عیسائیت کے منہ پر یہودیوں کا بھرپور طمانچہ ہے۔) فرائڈ کے نظریۂ لاشعور (UNCONSCIOUS) اور انسانی اعمال کی جنسی تعبیر نے (SEXSUAL INTERPRETATION) نے تمام دنیا

Marfat.com

میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے۔ اس کے مطابق انسان کی تمام زندگی جنس سے ابھرتی ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ جنسی بھوک کی شروعات جوانی سے ہوتی ہے بلکہ اس کی شروعات پیدا ہوتے ہی ہو جاتی ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے، خالص جنس ہوتا ہے اس کی ایک ایک حرکت اس کی مثال ہے، ماں کی چھاتی سے کھیلنا، دودھ پینا، ماں سے لپٹنا وغیرہ یہ سب جنسی فعل ہیں۔ اسی طرح ماں کا چومنا چاٹنا بھی بچے سے محبت نہیں بلکہ جنسی فعل کی وجہ سے ہے اور جب بچہ باپ کو ماں سے جنسی عشق میں رکاوٹ پاتا ہے تو اپنے عشق مادر کو مخفی (SUPPRESS) کر لیتا ہے۔ اسی طرح لڑکی اپنے باپ سے جنسی عشق کرتی ہے اور اُسے بھی سماجی بندشوں کی وجہ سے اپنے عشق کو مخفی (SUPPRESS) کرنا پڑتا ہے۔ یہی چیز (SUPPRESSION) ان کے ذہن میں الجھن کا سبب بنتا ہے۔ اسی الجھن نے انسانیت کو آج تک چین نہ لینے دیا۔ اس لئے اعلیٰ ذات (SUPPRESSION) نے جنسیات پر جو بھی بندشیں عائد کر رکھی ہیں اُسے توڑ دینی چاہئے جانوروں کو اللہ نے موسم کا پابند بنایا ہے لیکن چارلس ڈارون کے جانور کو فرائڈ نے بالکل آزاد کر دیا، کیونکہ بیچارہ مجبور ہے اسے اگر کوئی روکے گا تو اعصاب شکن دباؤ کا شکار ہو جائے گا۔ فرائڈ نے بوتل میں بند جن کو باہر نکال دیا، جس نے تمام دنیا کو روند ڈالا، اخلاق کی دھجیاں اڑ گئیں، شرافت ملیامیٹ ہو گئی، اعلیٰ قدریں دفن ہو گئیں، روایات پارہ پارہ ہو گئیں۔ سماجی، معاشرتی، مذہبی غرضیکہ ہر طرح کے قانون بے اثر ہو گئے۔ مجھے اس موقع پر شاہ نعمت اللہ شاہؒ کی پیشنگوئی کا ایک شعر یاد آ گیا جسے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ہمشیر با برادر، پسران ہم بہ مادر
باشد پدر بہ دختر مجرم بہ عاشقانہ

یہ ہے فرائڈ کا کارنامہ جس نے نفسیات کا سہارا لے کر ڈارون کے جانور نما انسان کے ذریعہ صدیوں سے ابھرنے والی زندگی کو تباہ و برباد کرا دیا۔ غور کرنے سے ڈارون کے فلسفہ بقائے اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) جسمیں اس نے بتایا ہے کہ نوجوان بیل سب سے پہلے اپنی ماں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باپ کو رکاوٹ پا کر اسے مار ڈالتے ہیں، پھر آپس میں لڑتے ہیں اور جو جیت جاتا ہے وہ ماں کو بھی حاصل کر لیتا ہے اور سردار بھی بن جاتا ہے)، کی کتنی اچھی تعبیر ایک یہودی عالم نے انسانی ماؤں اور بہنوں کے لئے پیش کی ہے۔ علمائے یہود

Marfat.com

کے نظمِ عمل میں لکھا ہے۔ "اگر ہم ہر موقع پر اخلاقی گراوٹ کی کوشش کرتے رہیں گے تو ہمارا غلبہ آسان ہو جائے گا۔ فرائڈ ہم میں سے ہے اور وہ جنسی تعلقات کو اعلانیہ پیش کرتا رہے گا تاکہ نوجوان نسل کی نظر میں کوئی شے مقدس نہ رہے اور وہ اپنی جنسی بھوک مٹانے میں لگ جائے۔ یہی طریقہ اخلاق کے زوال کا بہترین طریقہ ہے۔"

ڈرکائم کا فلسفہ

اب آئیے تیسرے یہودی عالم ڈرکائم کی طرف۔ اس نے اپنے لئے اجتماعیت کا میدان منتخب کیا ڈرکائم کے نزدیک فرد کا کوئی نفسیاتی وجود نہیں جو کچھ ہے اجتماعی زندگی ہے۔ فرد کے مشاغل اور مشاعر یہی اجتماعی زندگی متعین کرتے ہیں۔ اس لئے کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہو یا اس کے طور طریقوں کو بدلنے کی کوشش کرے۔ ڈرکائم اپنی کتاب "قوانین اجتماعیت" میں لکھتا ہے۔ "بعض علماء انسان میں فطری مذہبی میلان کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میلان کے ساتھ جنسی غیرت، والدین کے ساتھ نیک سلوک اور اولاد کی محبت جیسے جذبات بھی ہوتے ہیں بعض مذاہب نکاح اور خاندان کی اس طرز پر تعبیر کرتے ہیں مگر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسان میں یہ میلان فطری نہیں۔" ڈرکائم کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نزدیک اخلاق و شرافت، عقیدہ و مذہب، شادی اور بیاہ، خاندان اور گھر سب بکواس ہیں، جو کچھ بھی ہے اجتماعیت اور ماحول۔ فرد کو بھی اپنی انفرادی زندگی اجتماعی ماحول کے مطابق ہی گذارنی چاہیئے۔ ڈرکائم کے فلسفے کے بارے میں سید قطبؒ فرماتے ہیں۔ "ڈرکائم نے جو کچھ کہا وہ ڈارون نے نہیں کہا۔ مگر یہودی عالم نے اس کے نظریہ کے مسموم تصور کو لے کر اجتماعیت کے علمی بحث کے پردے میں ساری زندگی پر محیط کر دیا اور اپنی اجتماعیت کے بارے میں بحث کے دوران اس امر کا خاص خیال رکھا کہ یہ کہتا رہے، کہ مذہب فطری نہیں، نکاح فطری نہیں ہے اور اخلاق کی نہ کوئی قیمت ہے اور نہ وہ کسی ٹھوس وضع پر قائم ہے۔ اخلاق اپنی شکل اس معاشرے سے اخذ کرتا ہے جس میں وہ موجود ہوتا ہے۔ در اصل معاشرہ ہی سارے اجتماعی مظاہر کی بنیاد ہے نہ کہ انسان۔" (ماخوذ از انسانی زندگی میں جمود وارتقاء ص ۶۱ مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی)

Marfat.com

ان تینوں یہودیوں کے فلسفے کا مختصر طور پر مطالعہ کر لینے کے بعد ان کی سازشوں کی تہ تک پہنچنا آسان ہے۔ مارکس نے عورتوں کو مردوں کا غلام بتایا اور اس غلامی سے نجات کا ذریعہ معاشی خودکفالتی بتایا۔ جس طرح صبح جنگل کی طرف جانور ہانک دیئے جاتے ہیں، چارلس ڈارون کے جانوروں کو کارخانوں، دفتروں، سڑکوں، کلبوں، سینماؤں اور ریستورانوں کی طرف ہانک دیا۔ فرائڈ نے ان جانوروں کو جنسی بھوک مٹانے کے لئے ہر طرح کی آزادی دے دی۔ جس طرح جانور بلا روک ٹوک جنسی مظاہرہ کرتے ہیں، یہ انسان نما جانور کلبوں، پارکوں، ہوٹلوں، سینماؤں اور سڑکوں پر جنسی مظاہرہ کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ ڈرکائم نے اس اجتماعی عقل کو ہی سب کچھ بتایا۔ اب نہ تو کسی سقراط کی ضرورت ہے اور نہ ہی عیسیٰ ابنِ مریم کی جو اس جانور کو ہانک کر دوبارہ گھروں میں لیجائے۔

یورپ کا نظام زندگی

مارکس، فرائڈ اور ڈرکائم کے بہکاوے میں آکر ڈارون کے چیلوں نے خود ساختہ نظام مرتب کئے اور متضاد قوتوں کے درمیان دائمی کشمکش برپا ہوگئی۔ کہیں اقتصادی اور سیاسی نظام کی کشمکش ہے تو کہیں حکومت اور عوام کی، کہیں مزدوروں اور مالکوں کی کشمکش ہے تو کہیں کسانوں اور زمینداروں کی، کہیں باپ اور بیٹوں کی کشمکش ہے تو کہیں زن و شوہر کی اور ان تمام کشمکشوں سے فائدہ صرف یہود اٹھا رہے ہیں۔ یہودیوں کے سود خور ذہن نے تمام حکومتوں کو تجارتی اداروں میں تبدیل کر دیا ہے یہ چھوٹے چھوٹے ساہوکار اپنے عوام کو (MAN POWER) کا نام دے کر رات دن اس پاور کو استعمال کر رہے ہیں اور آخر میں سب کچھ سمیٹ کر دنیا کے دو بڑے ساہوکار (روس و امریکہ) اپنی تجوریوں میں بھر رہے ہیں۔ ان دونوں ساہوکاروں کے نظام اپنے تمام کر و فر کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اور تمام دنیا ان کی شیطانی سیاست کی چکی میں پس رہی ہے۔ ان دونوں کے نظریات ضرور جدا ہیں لیکن مقصد ایک ہے۔ دونوں اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت اور مادی وسائل حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں عوام کے اخلاق کو تباہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ جنسی فلمیں، کتابیں، گانے، شرمناک تصویریں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور مخلوط محفلوں کے ذریعہ جی بھر کر نفسانی جذبات

Marfat.com

کو ابھار رہے ہیں تاکہ عوام فحشیات، نشہ اور جنسیات میں ڈوب جائیں اور کوئی انھیں لگام دینے والا نہ ہو۔ ان کی رات دن کی کوششوں سے برائیاں اس قدر پھیل چکی ہیں کہ ساری دنیا آج برائیوں کی کھائی بن گئی ہے جس میں نوجوانوں کی فوجیں آتی ہیں اور گرتی جاتی ہیں۔ ڈارون کے چیلوں نے انسان کو جانور بنا کر اسکی زندگی کیڑے مکوڑوں جیسی کر دی ہے۔ انھیں کے لئے قرآن کہتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۴۷: ۱۲)

" اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں، جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے۔" (تفہیم القرآن)

اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیجئے، ان شیطانوں کے نمائندے آپ کو جگہ جگہ نظر آئیں گے۔ ان کے پاس اخلاق نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ ان کا رات دن کا کام اختلافات کو ہوا دینا ہوگا تاکہ لوگ انتشار و خلفشار میں مبتلا رہیں اور ان کی دوکانیں چلتی رہیں۔ اللہ کے راستے سے ہٹانے کے لئے، اللہ کے بندوں کے ساتھ یہ، ہر وہ کام کر رہے ہیں جو دونوں بڑے شیطان انھیں سمجھا رہے ہیں انھیں کے لئے قرآن کہتا ہے۔

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (۴: ۲۷)

" اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر (اپنی رحمتوں کے ساتھ) لوٹ آئے اور تم برائیوں سے تائب ہو جاؤ جن میں تم مبتلا ہو) لیکن جو لوگ (احکامِ حق کی جگہ) نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں، تو چاہتے ہیں کہ تم راہِ اعتدال سے ہٹ کر دور جا پڑو۔"

(ترجمان القرآن)

اللہ اور نفس پرست

انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں ہر قوم اور ہر سوسائٹی کی خواہشات مختلف رہی ہیں۔ لیکن یہ خواہشات پوری قوم یا پوری سوسائٹی کی نہیں تھیں بلکہ چند نفس پرستوں کی تھیں جنھوں نے طاقت کے بل پر ایک گروہ بنا کر لوگوں پر حکومت کی۔ اس طرح ہر زمانے میں کسی فرد یا جماعت نے اپنے مفاد کے لئے لوگوں کو اپنا غلام بنایا۔ یہی وہ طبقہ ہے جس نے ہر

Marfat.com

دور میں اللہ سے بغاوت کی اور ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ مذہب اور اصول پسندوں کے مقابلے میں ان کی زندگی زیادہ کامیاب ہے، ان کا ہر پل مسرتوں سے لبریز ہے، لوگ انھیں سروں پر بٹھاتے ہیں اگر چند سر پھرے مذہب اور اصول پسند آواز اٹھاتے بھی ہیں تو کوئی بات نہیں۔ تاریخ جو ماضی کی یادداشت ہے جس میں قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں بکھری پڑی ہیں، یہ داستانیں عقلمندوں کے لئے تازیانہ ہیں لیکن ان کے لئے قصہ پارینہ کیونکہ یہ خواہشات نفس کے بے بس غلام ہیں۔ ایک بار خواہشاتِ نفس کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے بعد انھیں قابو میں نہیں لایا جاسکتا، ان کی خودسری دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے اور ایک دن انسانیت کے عظیم ترین مقام سے گراکر حیوانیت کے پست ترین مقام پر پھینک دیتی ہیں اس حقیقت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (۹۱: ۷تا۱۰)

"اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے درست کیا۔ پھر اسے اچھائی اور برائی کا الہام کیا۔ کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور ناکام ہو گیا وہ جس نے اسے گندہ کیا۔"

اس آیت کی روشنی میں جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس شہادت کو جگہ جگہ نمایاں پاتے ہیں کہ قوموں کو عروج اس وقت تک حاصل رہا جب تک ان کی اکثریت ایماندار، بااخلاق اور مجاہد رہی۔ اقلیت کی بدکاری کی وجہ سے پوری قوم کبھی تباہ نہیں ہوئی۔ اصول آشنا قومیں ہی ترقی کی شاہراہوں پر خطِ مستقیم کی طرح آگے بڑھیں اور منزل سے ہمکنار ہوئیں کیونکہ متوازی خطوں میں نہ تو ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ ہی دوری بڑھتی ہے۔ لیکن اگر کسی اور خط کے زاویے میں بال برابر کا بھی فرق ہو جائے تو پہلے تو یہ فرق محسوس نہ ہوگا لیکن ایک دن یا تو ٹکراؤ ہو جائے گا یا دوری اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک خط سے دوسرے کو دیکھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اللہ کی تمام مخلوق میں انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو گوناگوں صفات کی حامل ہے، اس کے اندر ایک طرف محبت و رحمدلی صبر و تحمل، صلح و درگزر اور مسرت و انبساط کے جذبات موجود ہیں تو دوسری طرف

Marfat.com

بغض و کینہ، سخت دلی و بے رحمی، غصہ و نفرت، لڑائی و بدلہ اور رنج و غم کے بھی جذبات ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے انسان کی صفات کو چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔ چرندہ، درندہ، شیطان اور فرشتہ۔ فرماتے ہیں۔ "چونکہ آدمی میں لالچ ہے اور خواہش ہے، اس وجہ سے چارپایوں کے کام کرتا ہے، مثلاً کھانے اور جماع کرنے کا مرتکب ہوتا ہے، اور چونکہ آدمی میں غصہ ہے، اس سبب سے کتے، شیر اور بھیڑیے کے کام کرتا ہے، مثلاً مارنے، مار ڈالنے، لوگوں کو گالی گلوچ اور ہاتھا پائی کرنے پر شیر ہوتا ہے، اور حیلہ و مکر کرنا اور لوگوں میں فساد ڈالنے کا جذبہ آدمی میں ہوتا ہے، اس وجہ سے شیاطین کے کام کرتا ہے، اور چونکہ آدمی میں عقل ہے، اس باعث سے فرشتوں کے کام کرتا ہے مثلاً علم کو دوست رکھنا، برے کاموں سے پرہیز کرنا، لوگوں کی اچھائی چاہنا، ذلیل کاموں سے بچ کر عزت دار رہنا، ہر کام میں حق جان کر اور پہچان کر خوش رہنا اور جہل و نادانی کو عیب جاننا (اکسیر ہدایت)

انسان کی ان تمام صفات کو اعتدال پر رکھنے کے لئے فکرِ انسانی ہمیشہ ایک ضابطۂ حیات کی تلاش میں رہی ہے اور جو دستور فطرتِ انسانی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوئے انھیں پر چلنے والی قومیں بامِ عروج پر پہنچیں، جی بھر کر کائنات کا مشاہدہ کیا اور صحیح معنوں میں نیابت و خلافت کا حق ادا کیا۔ لیکن وہ دستور جن پر زندگی کی سمائی نہ ہو سکی مٹی کے برتن کی طرح ایک ہی ٹھوکر میں ٹوٹ گئے۔ قرآن کی یہ آیت اسی طرف اشارہ کر رہی ہے:

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (روم۔ ۹)

"کیا انھوں نے زمین میں سیاحت کر کے گذشتہ اقوام کے انجام کو نہیں دیکھا، وہ تو ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور انھوں نے زمینیں خوب جوتیں اور جس قدر انھوں نے زمین کو آباد کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ انھوں نے آباد کیا تھا اور ان کے پاس اُن کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر اللہ تو ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔"

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں محسنِ انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اس حدیث شریف

Marfat.com

میں جس کے راوی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ ہیں، نفس پرستوں کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا ہے، جس میں وہ اپنا ماضی حال اور مستقبل خوب اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن دس صحابہ رضوانُ اللہ علیہم اجمعین میں، جو مسجد میں موجود رہتے تھے، دسواں آدمی تھا۔ ان میں یہ افراد تھے، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ ابنؓ الیمان، ابو سعید خدری اور میں خود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "اے گروہِ مہاجرین۔۔۔۔ پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جب تم پر نازل ہوں تو میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ان خصلتوں کو تم لوگ اختیار کرو:

اوّل:

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں فواحش (زنا کاری) کا ظہور اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ لوگ کھلم کھلا اور اعلانیہ ان کا ارتکاب کرنے لگے ہوں اور اس قوم پر طاعون اور ان بیماریوں کا ظہور نہ ہوا ہو جو ان کے باپ دادا میں موجود نہ تھیں۔"

دوم:

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے ناپ تول میں کمی شروع کی ہو اور اس قوم کو قحط سالی اور گرانی، سخت محنت و مشقت اور حکمرانوں کے ظلم و جور نے گرفت میں نہ لیا ہو۔"

سوم:

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنے اموال میں زکوٰۃ دینا (اور داد و دہش کرنا) بند کیا ہو اور انھیں آسمانوں سے ہونے والی بارش سے محروم نہ کر دیا گیا ہو، پس اگر بہائم نہ ہوں تو بارش بالکل روک دی جائے۔"

چہارم:

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑا ہو اور اُن پر اغیار کو دشمن بنا کر مسلط نہ کر دیا گیا ہو اور انھوں نے ان کے مقبوضہ و مملوکہ اموال کا ایک حصہ نہ چھین لیا ہو۔"

Marfat.com

پنجم:

جب کبھی کسی قوم کے پیشواؤں اور رہنماؤں نے کتاب اللہ کے مطابق حکومت نہیں کی اور خدا کے نازل کئے ہوئے احکام کے خلاف زبردستی ...... اپنے احکام نافذ کرنا شروع کئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر باہمی جنگ وجدال اور دشواریاں پیدا نہ کردی ہوں۔" ("سیرت ابن ہشام" جلد دوم صـ۵۷۷، ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر)

قرآن اور نوعِ انسانی

قرآن اللہ کا کلام ہے جو رسولِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے جس میں انسان کا جو ارادہ و اختیار میں مختار ہے، اس کا ماضی بھی ہے، حال بھی ہے اور مستقبل بھی آئیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں ہم قرآن میں بنی نوعِ انسان کا ماضی تلاش کریں، ماضی سے حال کا مقابلہ کریں اور مستقبل سے آگاہ ہوں۔

فحشیات میں ڈوبی قوموں کا انجام

فلسطین کے موجودہ شہر الخلیل (پرانا نام حبرون) کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرہ مردار (DEAD SEA) واقع ہے اسی جگہ سدومی نام کی قوم آباد تھی۔ بائبل میں اسے سدوم کی وادی کہا گیا ہے۔ آثارِ قدیمہ کے محققین کی رائے ہے کہ زیادہ تر وادی بحیرہ مردار میں غرق ہے۔ کچھ علاقہ بحیرہ مردار کے جنوب اور مشرق میں انتہائی ویران اور سنسان پڑا ہوا ہے۔ یہاں بکثرت پرانی بستیوں کے کھنڈرات اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ یہ علاقہ کسی زمانے میں آباد تھا۔ اس وادی میں سدومی قوم کے بڑے بڑے شہر سدوم، عمورہ، اذمہ، ضوئم اور صغر واقع تھے۔ سنہ ۲۳۰۰ قبل مسیح سے سنہ ۱۹۰۰ قبل مسیح تک یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا۔ دو ہزار قبل مسیح میں ایک زبردست زلزلے کی وجہ سے یہ پورا علاقہ پھٹ کر دب گیا اور بحیرہ مردار کا پانی اس پر چھا گیا۔ رومی دور میں یہ اتنا اتھلا تھا کہ لوگ اس پر چل کر ایک طرف سے دوسری طرف گذر جاتے تھے۔ طبقات الارض کے ماہرین نے بائبل اور قدیم یونانی ولاطینی تحریروں سے معلوم کیا ہے کہ اس

Marfat.com

علاقے میں جگہ جگہ پٹرول اور اسفالٹ کے گڑھے تھے اور زلزلے کے شدید جھٹکے کی وجہ سے پٹرول گیس اور اسفالٹ زمین سے نکل کر بھڑک اٹھے اور سارا علاقہ بھک سے اُڑ گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق مورخین کی رائے ہے کہ دو ہزار برس قبل مسیح کے آس پاس گذرے ہیں۔ اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ علاقہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام کے زمانے میں ہی برباد ہوا ہے۔" بائبل کے مطابق اس تباہی کی اطلاع پا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حبرون سے اس وادی کا حال دیکھنے گئے تو زمین سے دھواں اٹھ رہا تھا اس طرح جیسے بھٹی کا دھواں ہوتا ہے"

(پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۸ ماخوذ از تفہیم القرآن)

آیئے دیکھیں، قرآنِ حکیم نے اس قوم کی تباہی و بربادی کی کیا وجہ بتائی ہے؟ قرآن نے اس قوم کو لوطؑ کی قوم کہا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ اس قوم میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ مرد مرد کے ساتھ مباشرت کیا کرتے تھے اور چھپ کر بھی نہیں بلکہ کھلے عام اور بھری محفلوں میں یہ فعل عام تھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے بھی تھے۔ ان کی بستیوں سے مسافروں کا گذرنا محال تھا۔ قرآن نے سورۂ النمل، الاعراف، الحجر، القمر، ہود، الزاریات اور سورۂ عنکبوت میں ان کی گمراہی، عذاب کی قسم اور انجام کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ ہم یہاں سورۂ عنکبوت کی چند آیات پیش کر رہے ہیں:

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ ۚ اِنَّ اَهۡلَهَا كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا لَـنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِىۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالُوۡا لَا تَخَفۡ وَلَا تَحۡزَنۡ اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَاَهۡلَكَ اِلَّا امۡرَاَتَكَ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰٓى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۵﴾ (۲۸ تا ۳۵ عنکبوت)

Marfat.com

"اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا، جب کہ اس نے اپنے قوم سے کہا: "تم تو وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو، اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو؟؟ پھر کوئی جواب اس کی قوم کے پاس نہ تھا اس کے سوا کہ انھوں نے کہا۔ "لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے"۔ لوطؑ نے کہا "اے میرے رب، ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔" اور جب ہمارے فرستادے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انھوں نے اس سے کہا "ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں۔" ابراہیمؑ نے کہا "وہاں تو لوطؑ موجود ہے۔" انھوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے۔ ہم نے بچا لیا اس کو اور اس کے گھروالوں کو، بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر جب ہمارے فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو ان کی آمد پر وہ سخت پریشان اور دل تنگ ہوا۔ انھوں نے کہا۔ "نہ ڈرو اور نہ رنج کرو۔ ہم تمہیں اور تمہارے گھروالوں کو بچالیں گے، سوائے تمہاری بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے ہیں" اور ہم نے اُس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

ان آیات اور دوسری سورتوں کی آیات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو خوب صورت لڑکوں کی شکل میں لوط (ع) کا مہمان بنا کر بھیجا تھا۔ ان خوب صورت لڑکوں کو دیکھتے ہی تمام شہر کے لوگ حضرت لوط (ع) کے گھر میں ٹوٹ پڑے۔ حضرت لوط (ع) بہت گھبرائے لیکن فرشتوں نے کہا کہ آپ صبح سے پہلے اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے کیونکہ وہ بے ایمان ہے۔ غرض لوط (ع) اپنی بیوی کو چھوڑ کر نکل گئے۔ جو لوگ ان لڑکوں (فرشتوں) کے ساتھ بدفعلی کرنے کے لئے گھر کے اندر گھسے تھے اندھے کر دیئے گئے۔ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اس قدر پتھروں کی بارش کی گئی جن میں پہلے سے نشان

Marfat.com

بنا تھا کہ کس کافر کو ہلاک کرنا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اس قصّے کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ بدکار قوموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ انگریزی زبان کے الفاظ... ("SODOM", SODOMITE, اور SODOMY) جس کے معنی (UNNATURAL SEXUALITY) ہیں، سب اسی قوم کے نام اور فصل کی یادگاریں ہیں۔ اب دیکھیے قرآن کا یہ فرمان " وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ " ترجمہ:۔ "اور ہم نے اس بستی کے ظاہر نشان دیئے ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔"

عورتوں اور مردوں میں فحاشی

اب آئیے اس معاشرے کی طرف جہاں اونچے طبقہ کی عورتیں اور مرد فحشیات اور بدکاری میں ڈوب جاتے ہیں۔ عورتیں مردوں پر حاوی ہو جاتی ہیں اور مرد ان کے غلام ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ایسے معاشرے کی تصویر سورۂ یوسف میں پیش کی ہے۔ اس میں ایک طرف ایک نبی کا اعلیٰ کردار ہے تو دوسری طرف مصر کے اونچے طبقہ کی عورتوں کا پست کردار ہے جن کی نمائندگی عزیز مصر (مصر کے بادشاہ کا خازن اور لشکروں کا افسر) کی بیوی زُلیخا کرتی ہے بعد میں تمام عورتوں کو جو عمائدین کی ہی بیویاں ہیں، شامل کر دیا گیا ہے۔ آخر میں وہاں کے مردوں کی زن پرستی کا نمونہ عزیزِ مصر کا فیصلہ ہے جس کے مطابق یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ایک مدّتِ دراز تک بند رہنا پڑتا ہے، بجائے اس کے کہ عورت اور ان کی سہیلیوں کو سزا دی جاتی۔ قرآن کے الفاظ سنیئے:۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ
يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَ
لِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ
وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي

Marfat.com

اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا
لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ
دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ
بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ
عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ
فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ
اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ۝ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتہ
وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ۝ وَقَالَ نِسْوَةٌ
فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا
حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ
اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا
وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ
وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۝ قَالَتْ
فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ
وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝
قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ
كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ
فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ۝ (یوسف ۲۱ تا ۳۵)

"اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف کو قافلے والوں سے مول لیا تھا وہ (اسے
لے کر اپنے گھر آیا اور) اپنی بیوی سے بولا: اسے عزت کے ساتھ رکھو عجب نہیں یہ ہمیں

Marfat.com

فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور (دیکھو) اس طرح ہم نے یوسف کا سرزمینِ مصر میں قدم جما دیا اور مقصود یہ تھا کہ اسے باتوں کا نتیجہ و مطلب نکالنا سکھا دیں۔ اور اللہ کو جو معاملہ کرنا ہوتا ہے وہ کرا کے رہتا ہے، لیکن اکثر آدمی ایسے ہیں جو نہیں مانتے۔ اور پھر جب ایسا ہوا کہ یوسف (ع) اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے کارفرمائی کی قوت اور علم کی فراوانی بخشی۔ ہم نیک عملوں کو ایسا ہی (ان کی نیک عملی کا) بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ اور پھر ایسا ہوا کہ) جس عورت کے گھر میں یوسف (ع) رہتا تھا (یعنی عزیز کی بیوی) وہ اس پر (ریجھ گئی) اور ڈورے ڈالنے لگی کہ بے قابو ہو کر بات مان جائے۔ اس نے (ایک دن) دروازے بند کر دیئے اور بولی: لو آؤ۔ یوسف (ع) نے کہا: معاذ اللہ! (مجھ سے ایسی بات کبھی نہیں ہو سکتی) تیرا شوہر میرا آقا ہے اس نے مجھے عزت کے ساتھ (گھر میں) جگہ دی ہے (میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کروں گا) اور حد سے گزرنے والے کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عورت یوسف (ع) کے پیچھے پڑ چکی تھی اور (حالت ایسی ہو گئی تھی کہ بے قابو ہو کر) یوسف بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا اگر اس کے پروردگار کی دلیل اس کے سامنے نہ آ گئی ہوتی (تو دیکھو!) اس طرح (ہم نے نفسِ انسانی کی سخت آزمائش میں بھی اسے دلیلِ حق کے ذریعہ ہوشیار رکھا) تاکہ برائی اور بے حیائی کی باتوں سے اُسے دور رکھیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو برگزیدگی کے لئے چن لئے گئے تھے اور (ایسا ہوا کہ) دونوں دروازے کی طرف دوڑے اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاہتا تھا (یوسفؑ اس لئے کہ عورت سے بھاگ نکلے، عورت اس لئے کہ اسے نکل بھاگنے سے روکے) اور عورت نے یوسف (ع) کا کرتا پیچھے سے کھینچا اور دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر (اچانک) دونوں نے دیکھا کہ عورت کا خاوند دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ تب عورت نے (اپنا جرم چھپانے کے لئے فوراً بات بنا لی اور) کہا: جو آدمی تیرے اہلِ خانہ کے ساتھ بری بات کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہونی چاہیئے؟

Marfat.com

کیا یہی نہیں ہونی چاہیئے کہ اسے قید میں ڈالا جائے یا (کوئی اور) دردناک سزا دی جائے؟ (اس پر) یوسف (ع) نے کہا: خود اسی نے مجھ پر ڈورے ڈالے اور مجبور کیا کہ پھسل پڑوں (میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا) اور (پھر ایسا ہوا کہ) اس عورت کے کنبے والوں میں سے ایک نے گواہی دی۔ اس نے کہا: یوسفؑ کا کرتا (دیکھا جائے) اگر آگے سے دو ٹکڑے ہوا ہے تو عورت سچی ہے یوسف (ع) جھوٹا ہے۔ اگر پیچھے سے دو ٹکڑے ہوا ہے تو عورت نے جھوٹ بولا، یوسف (ع) سچا ہے۔ پس عورت کے خاوند نے دیکھا کہ یوسف (ع) کا کرتا پیچھے سے دو ٹکڑے ہوا ہے تو (اصلیت پا گیا اور) عورت سے کہا: کچھ شک نہیں یہ تم عورتوں کی مکاریوں میں سے ایک مکاری ہے۔ اور تم لوگوں کی مکاریاں بڑی سخت مکاریاں ہیں (پھر اس نے کہا) اے یوسف (ع) اس (معاملے) سے درگزر کر (یعنی جو کچھ ہوا اسے بھلا دے) اور (بیوی سے کہا) اپنے گناہ کی معافی مانگ، بلا شبہ تو ہی خطاوار ہے۔

اور (پھر جب اس معاملے کا چرچا پھیلا تو) شہر کی بعض عورتیں کہنے لگیں: دیکھو! عزیز کی بیوی اپنے غلام پر ڈورے ڈالنے لگی ہے کہ اسے رجھالے۔ وہ اس کی چاہت میں دل ہار گئی۔ ہمارے خیال میں تو صریح بدچلنی میں پڑ گئی ہے۔ جب عزیز کی بیوی نے مکاری کی یہ باتیں سنیں تو انھیں بلا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں آراستہ کیں اور (دستور کے مطابق) ہر ایک کو ایک ایک چھری پیش کر دی (کہ کھانے میں کام آئے) پھر (جب یہ سب کچھ ہو چکا تو) یوسف سے کہا: ان سب کے سامنے نکل آؤ۔ جب (یوسفؑ نکل آیا) ان عورتوں نے دیکھا تو (ایسا پایا کہ) اس کی بڑائی کی قائل ہو گئیں، انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور (بے اختیار) پکار اُٹھیں "سبحان اللہ"! یہ تو انسان نہیں ہے، ضرور ایک فرشتہ ہے، بڑے مرتبے والا فرشتہ!"۔ تب (عزیز کی بیوی) بولی۔ (تم نے دیکھا!) یہ ہے وہ آدمی جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے تھے۔ ہاں، بیشک میں نے اس کا دل اپنے قابو میں لینا چاہا تھا مگر وہ بے قابو نہ ہوا۔ اور (اب اسے سنا کے کہے

Marfat.com

دیتی ہوں کہ، اگر اس نے میرا کہا نہ مانا (اور اپنی ضد پر اڑا رہا) تو ضرور ایسا ہو گا کہ قید کیا جائے گا اور بے عزتی میں پڑے گا۔" یوسفؑ نے (یہ سن کر) اللہ کے حضور دعا کی: خدایا! مجھے قید میں رہنا اس بات سے کہیں زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ عورتیں بلا رہی ہیں۔ اگر تو نے (میری مدد نہ کی اور) ان کی مکاریوں کے دام سے نہ بچایا تو عجب نہیں میں ان کی طرف جھک پڑوں اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جو ناشناس ہیں۔ تو (دیکھو) اس کے پروردگار نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس سے عورتوں کی مکاریاں دفع کر دیں۔ بلاشبہ وہی ہے (دعاؤں کا) سننے والا (سب کچھ) جاننے والا۔ پھر (ایسا ہوا کہ) اگرچہ وہ لوگ (یعنی عزیز اور اس کے خاندان کے آدمی) نشانیاں دیکھ چکے تھے (یعنی یوسفؑ) کی پاکدامنی کی نشانیاں پھر بھی انہیں یہی بات ٹھیک دکھائی دی کہ ایک خاص مدت تک کے لئے یوسفؑ کو قید میں ڈال دیں۔" (ترجمان القرآن)

آگے کی آیتوں میں قرآن اس بات کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح مصر کے بادشاہ نے آئندہ آنے والے قحط کے بارے میں ایک خواب دیکھا اور جب اس خواب کی تعبیر کوئی نہ کر سکا تو بادشاہ کے ایک غلام نے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید میں تھا اور آزادی کے بعد بادشاہ کی خدمت میں تھا، بتایا کہ قید خانہ میں ایک شخص ہے جو خوابوں کی صحیح تعبیر بیان کرتا ہے۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی ملی۔ انھوں نے نہ صرف خواب کی تعبیر بیان کی بلکہ قحط سے بچنے کے لیے حل بھی پیش کیا اور انھیں عورتوں نے اُن کے پاکدامن ہونے کی شہادت بھی دی۔ یہ سب مشیتِ ایزدی سے ہوا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بگڑے معاشرے کی اصلاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعہ کرانا چاہتا تھا۔

بادشاہِ مصر نے انھیں اپنا مشیرِ خاص مقرر کیا۔ انھوں نے اپنے والدِ بزرگوار اور اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو بمع اہلِ خاندان مصر میں بلوا لیا۔ آپ کی تبلیغ سے مصر میں اسلام کو خوب فروغ ہوا۔ دراصل ملک مصر میں آلِ یعقوب کے عروج کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مصر میں اس وقت جن بادشاہوں کی حکومت تھی وہ عربی النسل تھے جنھیں مصر کی تاریخ میں چرواہے بادشاہ (HYKSOOS KINGS) کہا گیا ہے۔ یہ لوگ فلسطین اور شام سے دو ہزار سال قبل مسیح مصر پر وہاں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر

Marfat.com

قابض ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آلِ یعقوب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور انھیں مصر کی سب سے عمدہ اور زرخیز زمین میں بسایا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تبلیغ سے تمام عربی النسل ایمان لے آئے بائبل کے بیان کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے ۱۱۰سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد وہی جراثیم پھر پھیلنے لگے جن کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید ہونا پڑا تھا آخر کار اللہ نے اپنی سنّت دہراتے ہوئے غلامی ان کی قسمت میں لکھ دی۔ قبطیوں (مصر کے اصل باشندوں) میں ایک زبردست قومی تحریک چلی جس نے ہکسوس بادشاہوں کا تختہ الٹ دیا ڈھائی لاکھ کے قریب مسلمان ملک بدر کر دئے گئے، جو بچے انھیں غلام بنا لیا گیا، افزائش نسل کو روکنے کے لئے بچوں کو قتل کیا جانے لگا۔ آلِ یعقوب یا بنی اسرائیل پر اس قدر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے کہ الامان والحفیظ یہ سب اس لئے ہوا کہ یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کو بھول چکے تھے۔ آپ نے وصال کے وقت وصیت کی تھی جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۞

"میرے بچو! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے لہٰذا مرتے دم تک "مسلم" رہنا"

ناپ تول میں کمی کرنے والی قوموں کا انجام

ناپ تول میں کمی کرنے اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرنے والی قوم کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اس کی مثال کے لئے قرآنِ حکیم نے اہلِ مدین اور اصحاب الایکہ کو پیش کیا ہے۔ ان دونوں قوموں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس قوم کا عقیدہ تھا کہ تجارت میں بے ایمانی اور لوٹ مار ہی تجارت کی ترقی کا دارومدار ہے اور دولت چونکہ ان کی اپنی کوششوں سے کمائی ہوئی ہے اس لئے اسے جس طرح چاہیں استعمال کرنے میں حق بجانب ہیں۔ دولت کو اللہ کی راہ میں ایمانداری سے خرچ کرنا اپنے لئے تباہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ سورۃ الاعراف میں قرآنِ حکیم فرماتا ہے:۔

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ بَیِّنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ وَ لَا تُفۡسِدُوۡا

Marfat.com

فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا" ۔(۷: ۸۵ - ۸۶)

"اور اس طرح مدین کی بستی میں شعیبؑ کو بھیجا گیا کہ انھیں کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا: بھائیو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل تمہارے سامنے آچکی ہے۔ پس چاہیئے کہ ناپ تول پورا پورا کیا کرو (لوگوں کو خرید و فروخت میں) ان کی چیزیں کم نہ دو، ملک کی درستگی کے بعد (کہ دعوتِ حق کے قیام سے ظہور میں آرہی ہے) اس میں خرابی نہ ڈالو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یقین کرو! اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ (دعوتِ حق کی اشاعت روکنے کے لئے) ہر راستے پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے اسے دھمکیاں دے کر خدا کی راہ سے روکو اور اس میں کجی ڈالنے کے درپے ہو"۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ (۷: ۹۱)

"قوم کے سرداروں نے جو شعیب (ع) کے منکر تھے (لوگوں سے) کہا: اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو بس سمجھو تم برباد ہوئے۔ پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انھیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے"۔

(ترجمان القرآن)

اہلِ مدین ہی جیسا حال اصحاب الایکہ کا تھا۔ ان کی طرف بھی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو ہی معمور کیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے بھی آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا اور خدا کے عذاب کا شکار ہوئے۔ قرآن فرماتا ہے:۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

Marfat.com

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾

(۲۶: ۱۷۶ تا ۱۸۹)

"اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا یاد کرو جب شعیبؑ نے ان سے کہا تھا "کیا تم ڈرتے نہیں۔؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ پیمانے ٹھیک ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اور اس ذات کا خوف کرو جس نے تمہیں اور گذشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔" انھوں نے کہا "تو محض ایک سحرزدہ آدمی ہے اور تو کچھ نہیں ہے مگر ایک انسان ہم ہی جیسا، اور ہم تو تجھے بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے" شعیبؑ نے کہا: "میرا رب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو" انھوں نے اُسے جھٹلایا، آخر کار چھتری والے دن کا عذاب ان پر آگیا، اور وہ بڑا ہی خوف ناک دن کا عذاب تھا" (تفہیم القرآن)

اس عذاب کے بارے میں حضرت ابنِ عباسؓ لکھتے ہیں۔ "یہ عذاب بادل کی طرح کا تھا جو اُن پر آگیا اور اس میں سے آگ برسنا شروع ہوئی جس نے ان سب کو جلا دیا۔" (تفسیر ابنِ عباسؓ)

اموال میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام

ویسے تو جس قوم اور جس شخص نے جب بھی گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو خدا کے عطا کردہ مال و متاع کو ذاتی شان و شوکت اور غرور کا ذریعہ بنایا۔ مال و متاع کو غرباء و مساکین کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنا مال کی تباہی کا ذریعہ سمجھا، بلکہ اُلٹا کمزوروں اور ناداروں کے مال کو دھوکا و فریب کے ذریعہ حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اہلِ مدین اور اصحاب الایکہ

Marfat.com

والوں کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص قارون کو پیش کیا ہے۔ سورۃ القصص میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝

(القصص ٧٦ تا ٧٨)

"یہ ایک واقعہ ہے کہ قارون، موسیٰ کی قوم کا ایک شخص تھا، پھر وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ ایک دفعہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا۔ "پھول نہ جا، اللہ پھولنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے اپنا حصّہ فراموش نہ کر۔ احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔" تو اس نے کہا۔ "یہ سب کچھ تو مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔" کیا اس کو یہ علم نہ تھا کہ اللہ اس سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ قوت اور جمعیت رکھتے تھے؟ مجرموں سے تو ان کے گناہ نہیں پوچھے جاتے۔" (تفہیم القرآن)

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ

Marfat.com

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ (القصص ۷۹۔ ۸۱)

"ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا۔ جو لوگ حیاتِ دنیا کے طالب تھے، وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے۔" کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا نصیبے والا ہے۔" مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے۔" افسوس تمہارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنیوالوں کو۔" آخر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر کوئی اس کے حامیوں کا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کو آتا اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کر سکا۔"

دراصل قرآنِ حکیم نے قارون کو مصر کے دولت مند اور حکمراں طبقے کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کیا ہے کیونکہ وہ فرعون کے مقربینِ خاص میں سے تھا اور مصر کا تمام دولت مند اور حکمراں طبقہ اِسی زعمِ باطل میں مبتلا تھا۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ ۝ (۷ : ۱۲۷)

فرعون سے اس کی قوم کے سرداروں نے کہا "کیا تو موسیٰؑ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی کو چھوڑ بیٹھیں؟ فرعون نے جواب دیا" میں ان کے بیٹوں کو قتل کراؤں گا اور ان کی عورتوں کو جیتا رہنے دوں گا۔ ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے۔"

یہ دولت مند اور حکمراں طبقہ موسیٰؑ کے خلاف نہیں تھا اُن کی تو پرورش ہی فرعون کے محل میں ہوئی تھی۔ دراصل یہ ان کی تعلیم کے خلاف تھا۔ نبی کی تعلیم کو قبول کر لینے کا مطلب تھا، اقتدار سے دستبردار ہو کر اللہ کے اقتدار کو تسلیم کر لینا، جھوٹی شان و شوکت کے محل کو مسمار کر دینا اور تمام انسانوں کو اپنے ہی جیسا تسلیم کر لینا اور اس بات کو نفس پرست کبھی قبول نہیں کرتے۔ آخر اللہ نے بطورِ تنبیہہ پہلے تو چھوٹے چھوٹے عذاب نازل کئے اس پر بھی فرعون اور اس کے درباری نہ مانے تو سب کو سمندر میں غرق کر دیا اور فرعون کی لاش کو محفوظ رکھا تاکہ لوگ عبرت حاصل

Marfat.com

کریں۔ عذاب کی تفصیل قرآن سے سنیے ۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ (۷: ۱۳۰ تا ۱۳۶)

"ہم نے فرعون کے لوگوں کو کئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا کہ شائد ان کو ہوش آئے۔ مگر اُن کا حال یہ تھا کہ جب اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں، اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فالِ بد ٹھہراتے حالانکہ درحقیقت ان کی فالِ بد تو اللہ کے پاس تھی، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے انھوں نے موسیٰؑ سے کہا۔ "تو ہمیں مسحور کرنے کے لئے خواہ کوئی نشانی لے آئے، ہم تو تیری بات ماننے والے نہیں ہیں۔" آخر کار ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ٹڈی دل چھوڑے، سرسریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں مگر وہ سرکشی کئے چلے گئے اور وہ بڑے ہی مجرم لوگ تھے جب کبھی ان پر بلا نازل ہو جاتی تو کہتے "اے موسیٰؑ تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کر، اگر اب کے تو ہم پر سے یہ بلا ٹلوا دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔" مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقتِ مقرر تک کے لئے جس کو وہ بہرحال پہنچنے والے تھے، ہٹا لیتے، تو وہ بکلخت اپنے عہد سے پھر جاتے۔ تب ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیوں کہ انھوں نے ہماری نشانیوں

Marfat.com

کو جھٹلایا تھا اور اُن سے بے پرواہو گئے تھے "۔

اللہ کے عہد کو توڑنے والی قوم کا انجام

اللہ کے احکام کو ٹھکرا کر اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہی اللہ کے عہد کو توڑنا ہے۔ قرآن نے اس ضمن میں بنی اسرائیل کو خصوصیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ اللہ کی اُن نوازشوں کا ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل پر کی گئیں۔ فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے بعد اللہ نے انھیں فلسطین کی سرزمین کا وارث بنایا اور اس سرزمین کو اللہ نے اپنی برکتوں سے نوازا جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (۷: ۱۳۷)

"اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا جسے ہم نے برکتوں سے مالامال کیا تھا"۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲: ۱۲۲)

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میری وہ نعمت جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام قوموں پر فضیلت دی تھی"۔

اللہ کی ان نعمتوں کے باوجود بنی اسرائیل کبھی شکر گذار بندے نہ بنے اور اللہ نے جب جب انھیں عروج بخشا انھوں نے اللہ کے عہد کو توڑا اور زمین میں فساد برپا کیا۔ اس لئے اللہ نے ان پر اغیار کو دشمن بنا کر مسلط کر دیا، جنھوں نے نہ صرف ان کی املاک و اموال چھین لیا بلکہ انھیں خوب سزائیں دیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں ان کے فساد اور سزاؤں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ

Marfat.com

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۱۷: ۴ تا ۱۰)

"پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل، ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال و اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے لئے ہی تھی، اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابق روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے، اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو کوئی اُسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انھیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔" (تفہیم القرآن)

یہود کا پہلا فساد

بنی اسرائیل کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا داخلہ فلسطین میں اس وقت ہوا تھا

Marfat.com

جب موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا اور اس وقت فلسطین میں حتّی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی، یبوسی، اور فلسطی قومیں آباد تھیں۔ یہ تمام قومیں بری طرح شرک میں مبتلا تھیں۔ تورات میں بنی اسرائیل کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ اِن کو ہلاک کر کے ان سے فلسطین کی سرزمین کو چھین لینا اور ان کے ساتھ رہ کر ان کی اخلاقی خرابیوں کو نہ اپنانا۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس حکم کو بھلا دیا، کئی قبیلوں میں تقسیم ہو کر اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں اور آپس میں لڑنے لگے اسلئے مشرکوں کو زیر نہ کر سکے، ان کی کئی ریاستیں باقی رہیں۔ ان میں فلسطیوں کی حکومت سب سے مضبوط تھی۔ فلسطیوں نے دوسری مشرک حکومتوں کے ساتھ مل کر بنی اسرائیل کے خلاف ایک مشترکہ محاذ قائم کیا اور فلسطین کے ایک بڑے حصے سے انھیں بے دخل کر دیا۔ تابوتِ سکینہ بھی ان سے چھین لیا جسے بنی اسرائیل "عہد کا صندوق" کہتے تھے۔ اس صندوق میں آلِ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات، پتھر کی وہ تختیاں جو اللہ نے کوہِ طور پر موسیٰؑ کو دی تھیں، توراۃ کا اصل نسخہ جسے موسیٰؑ نے لکھوا کر رکھوایا تھا، ایک بوتل میں بھرا "منّ" اور حضرت موسیٰؑ کا عصا بھی تھا۔ تابوتِ سکینہ کے چھن جانے سے بنی اسرائیل کو اتحاد کی ضرورت محسوس ہوئی اور انھوں نے حضرت سموئیل نبی سے درخواست کی کہ ان پر ایک بادشاہ مقرر کیا جائے جو انھیں متحد کر کے دشمنوں سے نجات دلائے۔ ان کی درخواست پر حضرت سموئیل نے طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کیا (اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۃ البقرہ رکوع ۳۲)

اس متحدہ سلطنت کے تین عظیم فرمانروا ہوئے ہیں۔ طالوت، داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ ان حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ادھورے کام کو پورا کیا اور بنی اسرائیل کو خوب عروج حاصل ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل میں اخلاقی انحطاط کا دور شروع ہوا اور رفتہ رفتہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا۔ انھوں نے آپس میں لڑ کر اس عظیم سلطنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک ریاست شمالی فلسطین میں قائم ہوئی جس کا پایۂ تخت سامریہ ہوا اور دوسری جنوب میں قائم ہوئی جس میں یروشلم بھی شامل تھا اس کا پایہ تخت یہودیہ ہوا۔ یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے آپس میں ہی لڑتی رہتی تھیں یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی ساز باز کرتی تھیں۔ شمالی ریاست کے بادشاہ اخی آب نے صیدا کی مشرک

Marfat.com

شہزادی ایزبل سے شادی کرلی اور مشرکانہ عقائد کو خوب فروغ دیا۔ نبی جو ان عقائد کے خلاف آواز اٹھارہے تھے انھیں ملک بدر کر دیا۔ آخر اللہ نے اشوریوں کی شکل میں اپنا عذاب نازل کیا اشوریوں کے بادشاہ سارگون نے اسرائیل کی اس سلطنت کو فتح کر کے تمام اسرائیلیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ جو بچے انھیں ملک سے نکال دیا اور ان کی جگہ پر دوسری قوموں کو آباد کیا۔

اسرائیل کی دوسری سلطنت جو جنوب میں یہودیہ کے نام سے قائم تھی، ان میں بھی اخلاقی پستی کی ابتدا ہو چکی تھی لیکن اتنی تیزی سے نہیں پھیلی تھی جتنی شمالی اسرائیلی سلطنت میں پھیلی تھی۔ اس لئے یہ سلطنت اشوریوں سے محفوظ رہی۔ ہاں، ان کی باجگذار ضرور بن چکی تھی۔ لیکن جب یہ لوگ بھی بدکاری اور بد اخلاقی میں بری طرح پھنس گئے تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے یہودیہ کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ لاکھوں یہودیوں کو غلام بنا کر بابل لے گیا، بقیہ کو ملک بدر کر دیا۔ یہ تھا یہودیوں کا پہلا فساد اور اس کی سزا جس کی طرف مندرجہ بالا آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔

دوسرا فساد۔ اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کے بعد شمالی ریاست پھر کبھی نہ ابھر سکی لیکن جنوبی ریاست یہودیہ کے باشندوں میں ابھی ایسا طبقہ موجود تھا جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلا رہا تھا اور بچے کھچے خانماں برباد یہودیوں میں نیکی اور اصلاح کا کام جاری کئے ہوئے تھا۔ آخر توبہ و استغفار نے رحمتِ الٰہی کو توجہ کے لئے مجبور کیا اور بابل کی سلطنت کو زوال ہوا۔ ایران کے بادشاہ خسرو نے بابل کو فتح کیا اور یہودیوں کو اہلِ بابل کی غلامی سے آزادی دلائی۔ یہودیوں کو اپنے وطن جانے اور وہاں آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ ہیکل سلیمانی کو نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دینِ موسوی کی تجدید کی۔ یہودیوں نے یروشلم کی شہرپناہ دوبارہ تعمیر کی اور آزاد زندگی گزارنے لگے۔ یہ دور جلد ختم ہوا، ایرانی سلطنت کے زوال اور یونانی فاتح سکندرِ اعظم کے عروج نے یہودیوں کو ایک بار پھر غلام بنا دیا۔ یونانیوں کی غلامی میں یہودیوں کے ایک بڑے طبقے نے ان کی تہذیب کو اپنانا شروع کیا اور یہودیوں کے اس طبقے کے خلاف جو دیندار تھا، اپنی تہذیب کو اپنائے ہوئے تھے، یونانیوں کے آلہ کار بن گئے۔ یونانیوں کے بادشاہ اینٹوکس

Marfat.com

چہارم نے ہیکل میں بُت رکھوا دیئے اور یہودیوں کو سجدہ کرنے کے لئے مجبور کیا۔ توراۃ کا نسخہ رکھنے والوں کو، قربانی کرنے والوں کو "سبت" پر عمل کرنے والوں کو اور بچوں کا ختنہ کرنے والوں کو سزائے موت تجویز کی۔ ان سختیوں کی وجہ سے یہودیوں میں ایک زبردست قومی تحریک اٹھی جسے تاریخ میں "مکابی تحریک" کے نام سے لکھا گیا ہے۔ یہ مکابی بغاوت کامیاب رہی انھوں نے یروشلم سے یونانیوں کو نکال باہر کیا اور اپنی آزاد ریاست قائم کرلی۔ اس ریاست کی سرحدیں دھیرے دھیرے ان سرحدوں تک پہنچ گئیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھی اور پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر فلسطیہ کا بھی ایک بڑا حصہ اپنے میں سمو لیا۔ یہ واقعہ ۶۷ق م قبل مسیح کا ہے یہ اللہ کی طرف سے دوسری بار یہودیوں کو نوازا گیا تھا لیکن مکابی تحریک کی روح دھیرے دھیرے ختم ہوتی گئی اور یہودیوں میں پھر پھوٹ پڑ گئی۔ یہودیوں نے خود رومیوں کو فلسطین پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ رومیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہودیوں کی آزادی وخود مختاری کا خاتمہ کر دیا۔ اب یہودی رومیوں کے باجگذار بن کر حکومت کرنے لگے یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں نے انہیں سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا گیا اور یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت یحیٰ علیہ السلام کا سر قلم کیا گیا۔ رومی سلطنت کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے یہودیوں نے دینی اور اخلاقی گراوٹ کی انتہا کر دی۔ یہودیوں کی اخلاقی اور دینی پستی کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگائیے۔ یہودیوں کے عید کے دن، موت کی سزا پائے ہوئے ایک مجرم کو رومیوں کی طرف سے معاف کیا جاتا تھا۔ قاعدے کے مطابق رومی گورنر نے یہودیوں سے پوچھا کہ "بتاؤ یسوع کو معاف کروں یا برابا ڈاکو کو؟" تو پورے مجمع نے ایک آواز سے کہا برابا کو" (متی باب ۲۷ آیت ۲۰-۲۶)

یہ اللہ کی طرف سے آخری حجت تھی اور یہودیوں کا عظیم فتنہ۔ اسی زمانہ میں یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کی اس لئے رومیوں کی طرف سے سخت کارروائی کی گئی۔ یہودیوں کا قتل عام ہوا۔ مورخین کی رائے کے مطابق ۲۳ ہزار آدمی مارے گئے، ۶۷ ہزار گرفتار کر کے غلام بنا لئے گئے۔ ہزارہا یہودیوں کو پکڑ پکڑ کر مصر کی کانوں میں جبری کام کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تندرست مردوں کو ایفی تھیٹروں اور کلوسیموں میں جنگلی جانوروں سے لڑانے اور شمشیر زنوں

Marfat.com

وتیر اندازوں کے نشانوں کے لئے قید کر لیا گیا۔ تمام دراز قد اور حسین لڑکیوں کو فاتحین نے رکھیل بنا لیا اور یروشلم اور ہیکل کو پیوندِ خاک کر دیا گیا۔ جب سے آج تک ہیکل پھر نہ تعمیر ہو سکا۔

کتاب اللہ کے خلاف حکومت کرنے والی قوموں کا انجام

اس ضمن میں قرآنِ حکیم نے قومِ عاد اور ثمود کو پیش کیا ہے۔ قومِ عاد بڑی زور آور اور طاقتور قوم تھی سورۃ الفجر آیت آٹھ میں قرآن میں فرمایا ہے: "اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ" جن کے مانند ملکوں میں کوئی قوم نہیں پیدا کی گئی۔" قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کو امامت و خلافت عطا فرمائی تھی۔ اس قوم کو قرآن میں اور تاریخ عرب میں عادِ ارم بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھی قرآن فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

"یاد کرو اللہ کے اس فضل و انعام کو کہ نوح کی قوم کے بعد اس نے تم کو خلیفہ بنایا"

(الاعراف ۶۹)

اس قوم کی تہذیب و تمدن، گمراہی و نافرمانی اور تنبیہہ و عذاب جاننے سے پہلے اس کی مختصر تاریخ جاننا ضروری ہے قرآن سورۃ الاحقاف (آیت ۲۱) میں فرماتا ہے: "وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ" ترجمہ:۔ ذرا انھیں عاد کے بھائی (ہودؑ) کا قصہ سناؤ جب کہ اس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا تھا"۔ "احقاف" حقف کی جمع ہے جس کے لغوی معنیٰ ریت کے لمبے لمبے ٹیلے جو اونچے تو ہوں لیکن پہاڑوں کی حد تک نہیں۔ جغرافیۂ عرب میں الاحقاف صحرائے عرب کے جنوبی مغربی حصے کا نام ہے۔ ابنِ اسحاق کے مطابق عاد کا علاقہ عُمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ۱۲۵ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب حضرموت میں ایک مقام پر ایک مزار ہے جسے مقامی باشندے حضرت ہود علیہ السلام کا مزار کہتے ہیں۔ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں لیکن اتنا ضرور ثابت ہے کہ قوم عاد کا مسکن یہی تھا۔ کسی زمانہ میں یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا۔ لیکن آج یہ لق و دق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصّہ میں جانے کی ہمت کسی میں نہیں۔ ۱۸۴۳ء میں بویریا کا ایک فوجی اس ریگستان کے جنوبی کنارے

Marfat.com

پہنچ گیا وہ کہتا ہے: "یہاں سے یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں اگر کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہوتی چلی جاتی ہے یہ ریت بالکل باریک سفوف کی طرح ہے۔ میں نے دور سے ایک شاقول اس میں پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور اس رسّی کا سرا گل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔" (ماخوذ از تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۶۱۶) اس قوم کی آبادی کا محل وقوع جان لینے کے بعد اب قرآن سے اُن کے حالات سنیئے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (الشعراء ۱۲۳ تا ۱۴۰)

"عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ ان کے بھائی ہودؑ نے ان سے کہا تھا، کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو ربّ العلمین کے ذمہ ہے۔ یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو جبّار بن کر ڈالتے ہو پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ڈرو اس سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو۔ تمہیں جانور دیئے، اولادیں دیں، باغ دیئے اور چشمے دیئے۔ مجھے تمہارے حق میں ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" انھوں نے جواب دیا۔ "تو نصیحت کر یا نہ کر ہمارے لئے سب یکساں ہے۔ یہ باتیں تو یونہی چلی آئی ہیں۔ اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے

Marfat.com

نہیں ہیں۔ آخرکار انھوں نے اسے جھٹلایا اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔"

آخرکار اللہ کا وعدہ سچا ہوا۔ اور جس عذاب سے یہ متمدن قوم تباہ ہوئی اس کی تفصیل قرآن یوں بیان فرماتا ہے:-

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۚ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (الاحقاف ۲۴ تا ۲۸)

"پھر جب انھوں نے اس عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگے۔" یہ بادل ہے جو ہم کو سیراب کرے گا"۔ "نہیں، بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا کا طوفان ہے جس میں دردناک عذاب چلا آرہا ہے، اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا" آخرکار ان کا حال یہ ہوا کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس طرح ہم مجرموں کو بدلا دیا کرتے ہیں۔ ان کو ہم نے وہ کچھ دیا تھا جو لوگوں کو نہیں دیا تھا۔ ان کو ہم نے کان آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے۔ مگر نہ وہ کان ان کے کسی کام آئے، نہ آنکھیں نہ دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، اور اسی چیز کے پھیر میں وہ آگئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ تمہارے گردوپیش کے علاقوں میں بہت سی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات بھیج کر بار بار طرح طرح سے ان کو سمجھایا شائد کہ وہ باز آجائیں پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد کی جنھیں اللہ کو چھوڑ کر انھوں نے

Marfat.com

تقربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبود بنا لیا تھا ؛ بلکہ وہ تو ان سے کھوئے گئے اور یہ تھا ان کے جھوٹ اور بناوٹی عقیدوں کا انجام جو انھوں نے گڑھ رکھے تھے ۔" (تفہیم القرآن)

یہ تھا قومِ عاد کے ان نافرمانوں کا انجام جو اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے تھے اور اللہ کے نبی کا مذاق اُڑا رہے تھے ۔ جن کا سیاسی نظام چند بڑے جباروں اور قہاروں کے ہاتھ میں تھا جیسا کہ قرآن فرماتا ہے : وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ہود ۵۹) " اور انھوں نے جبار دشمنِ حق کی پیروی کی ۔" انھیں کو عرب کی تاریخ میں بھی اور قرآن میں بھی " عادِ اولیٰ " کا نام دیا گیا ہے ۔ سورۂ نجم میں فرمایا گیا ہے وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَ اۨلْاُوْلٰى (۵۰) " اور یہ کہ اس نے قدیم قومِ عاد کو ہلاک کیا " تاریخ عرب میں " عادِ اُخریٰ " انھیں کہا گیا ہے جو عذاب سے بچ رہنے والوں کی اولادیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو بچا لیا تھا جیسا کہ قرآن فرماتا ہے :

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔

" آخر کار ہم نے اپنی مہربانی سے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلا چکے تھے ۔" (الاعراف ۷۲)

قرآن کی اس آیت کی شہادت ایک طرف قدیم تاریخ عرب سے ملتی ہے تو دوسری طرف ۱۸۳۷ء میں ایک انگریز بحری افسر (JAMES R. WELLSTED) کو حصنِ غراب میں ایک پرانا کتبہ ملا تھا جو تقریباً اٹھارہ سو سال قبل مسیح کا سمجھا جاتا ہے ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے جو عبارت پڑھی ہے اس کے چند جملے یہ ہیں :۔

" ہم نے ایک طویل زمانہ اس قلعے میں اس شان سے گذارا ہے کہ ہماری زندگی تنگی و بدحالی سے دور تھی ، ہماری نہریں دریا کے پانی سے لبریز تھیں ...... اور ہمارے حکمراں ایسے بادشاہ تھے جو برے خیالات سے پاک اور اہلِ شر و فساد پر سخت تھے ، وہ ہم پر ہودؑ کی شریعت کے مطابق حکومت کرتے تھے اور عمدہ فیصلے ایک کتاب میں درج کر لیتے تھے ، اور ہم معجزات اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھتے تھے ۔" (ماخوذ از تفہیم القرآن جلد دوم ص ۴۷)

Marfat.com

قومِ ثمود

اس قوم کا مسکن شمالی مغربی عرب کا علاقہ ہے جو الحجر کے نام سے موسوم ہے۔ مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے جسے مدائن صالح کہتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جو قومِ ثمود کا صدر مقام تھی۔ قدیم زمانوں میں اسے "حجر" کہا جاتا تھا۔ آج بھی یہاں ہزاروں ایکڑ رقبے میں وہ عمارتیں موجود ہیں جو اہلِ ثمود پہاڑوں کو تراش کر بناتے تھے۔ یہ عمارتیں ٹھیک اسی طرح کی ہیں جیسی کہ ہندوستان کی اجنتا و ایلورا کی ہیں۔ ماہرین کی رائے ہے کہ ان کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی شدید جھٹکے نے انھیں ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ان عمارتوں کا رقبہ اتنا بڑا ہے کہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کی آبادی کسی قدر چار پانچ لاکھ سے کم نہ رہی ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر جب یہاں سے گذر رہے تھے تو مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے، ایک کنویں کی نشاندہی کر کے آپ نے فرمایا کہ "یہ وہی کنواں ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی" ایک پہاڑی درّے کو دکھا کر آپؐ نے بتایا۔ "یہ وہی درّہ ہے جس سے نکل کر اُونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی"۔ یہ مقام آج بھی "فج الناقہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جو مسلمان ان کھنڈروں کی سیر کر رہے تھے انھیں جمع کر کے آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں ثمود کے انجام پر عبرت تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا یہاں سے جلدی گذر جاؤ، یہ سیرگاہ نہیں بلکہ رونے کا مقام ہے"۔ اسیریا کے کتبات اور یونان و روم کے قدیم مورخین بھی اس قوم کا ذکر کرتے ہیں۔ رومی مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومن افواج میں بھرتی ہوئے اور قبطیوں کے خلاف لڑے جن سے ان کی قدیم دشمنی تھی۔

آیئے دیکھیں کہ اس قوم کے بارے میں قرآن کیا فرماتا ہے۔ قرآن کے مطابق قومِ عاد کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت وامامت کے لئے اسی قوم کو منتخب فرمایا تھا۔ سورۃ الاعراف میں اللہ فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ ٱلْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَٱذْكُرُوٓا۟ ءَالَآءَ ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

Marfat.com

"یاد کرو وہ وقت جب اللہ نے قومِ عاد کے بعد تمہیں اس کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں منزلت بخشی کہ آج تم اس کے ہموار میدانوں میں عالی شان محل بناتے ہو اور اس کے پہاڑوں کو مکان کی شکل میں تراشتے ہو۔ پس اس کی قدرت کے کرشموں سے غافل نہ ہو جاؤ اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔" (تفہیم القرآن)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا
اٰمِنِينَ ۝ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝
وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝
وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا
يُصْلِحُونَ ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝ مَا أَنْتَ إِلَّا
بَشَرٌ مِثْلُنَا ۚ فَأْتِ بِاٰيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝ قَالَ هٰذِهِ
نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نٰدِمِينَ ۝
فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۝ (الشعراء ۱۴۱ تا ۱۵۸)

"ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب اس کے بھائی صالح نے ان سے کہا "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العٰلمین کے ذمہ ہے کیا تم ان سب کے درمیان جو یہاں ہیں بس یونہی اطمینان سے رہنے دیئے جاؤ گے؟ ان باغوں اور چشموں میں؟ ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ اس میں عمارتیں بناتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ان بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔" انھوں نے جواب دیا "تو محض ایک

Marfat.com

سحر زدہ آدمی ہے۔ تُو ہم جیسے ایک انسان کے سوا اور کیا ہے۔ لا کوئی نشانی اگر تو سچا ہے" صالحؑ نے کہا۔" یہ اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کے پینے کا ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا۔ اس کو ہرگز نہ چھیڑنا ورنہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آ لے گا"، مگر انھوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں اور آخر کار پچھتاتے رہ گئے۔ عذاب نے انھیں آ لیا۔"

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ (ھود ۶۶-۶۸)

"آخر کار ہمارے فیصلے کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالحؑ کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے ان کو محفوظ رکھا۔ بیشک تیرا رب ہی دراصل طاقت ور اور بالادست ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا تھا تو ایک سخت دھماکے نے ان کو دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے کہ گویا وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سنو! ثمود نے کفر کیا اپنے رب سے سنو! دور پھینک دیئے گئے ثمود۔

اللہ اور یہود

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی روشنی میں ہم نے اللہ کے کلام سے ان قوموں کی تمدنی و معاشرتی تاریخ پیش کی جو اللہ کے عذاب سے دوچار ہوئیں۔ ان قوموں میں سے آج کسی کا نام و نشان نہیں، یہ یا تو صفحۂ ہستی سے ہی مٹ گئیں یا دوسری قوموں میں ضم ہو کر اپنا وجود ہی کھو بیٹھیں لیکن ایک قوم آج بھی موجود ہے جو اپنے وجود کو بھی برقرار رکھے ہوئے ہے اور دنیا والوں کے لئے باعثِ عبرت بھی ہے۔ یہ قوم "قومِ یہود" ہے۔ اس قوم کو جس قدر بھی اللہ نے نوازا اُسی قدر اُس نے اللہ کی نافرمانی بھی کی۔ یہ وہ قوم تھی جسے اللہ نے برابر منصبِ نبوت و خلافت سے سرفراز رکھا، یہاں تک کہ ایک ایک وقت میں ان کی ہدایت کے لئے کئی کئی انبیاء و رسل مبعوث کئے۔ اللہ نے ان کے شہر بیت المقدس کو ملتِ ابراہیمی کا قبلہ قرار دے رکھا تھا۔ اللہ نے انھیں سب کا مقدس

Marfat.com

دن عنایت فرما کر اسے اپنے اور بنی اسرائیل کے درمیان دائمی عہد کا نشان قرار دیا تھا۔ "سَبت" ہفتہ یعنی سنیچر کے دن کو کہتے ہیں۔ اس دن کی حرمت کے لئے بنی اسرائیل کو سخت ہدایت کی گئی تھی کہ اس دن کوئی دنیوی کام نہ کریں، یہاں تک کہ لونڈی، غلاموں اور جانوروں تک سے کوئی کام نہ لیں۔ یہ دن روزہ اور عبادت کے لئے مخصوص تھا اور حکم تھا کہ اس دن چولھا تک نہ جلایا جائے اور جو کوئی اس مقدس دن کی حرمت کو توڑے گا وہ واجبُ القتل ہوگا۔ یہ بنی اسرائیل کا قومی دن بھی تھا کیونکہ اسی دن انھیں فرعون کی غلامی سے نجات ملی تھی اور فرعون بمع لشکر غرق ہوا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل پر جب اخلاقی پستی کا دور شروع ہوا تو انھوں نے اس دن کی حرمت کو بالائے طاق رکھ دیا اور ہر وہ کام کرنے لگے جس سے اللہ نے منع فرمایا تھا۔ سمندر کے کنارے بسنے والے ایک بستی کے لوگ اللہ سے بھی چالاکی کرنے لگے تاکہ "سبت" کی حرمت بھی بنی رہے اور فائدہ بھی اٹھا لیا جائے۔ یہ لوگ جمعہ کے دن سمندر کے کنارے گڈھے کھود دیتے تھے اور کٹانوں میں بند بنا دیتے تھے۔ "سبت" کے دن ان میں مچھلیاں بھر جاتی تھیں اور اتوار کو جا کر پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے "یہ تو اتوار کا شکار ہے۔" قرآن حکیم نے اسی واقعہ کی طرف اس آیتِ مبارکہ میں اشارہ کیا ہے:

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

"اور ذرا ان سے اُس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ انھیں یاد دلاؤ وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ "سبت" کے دن احکامِ الٰہی کے خلاف ورزی کرتے تھے اور مچھلیاں "سبت" کے دن ہی اُبھر اُبھر کر سطح پر ان کے سامنے آتی تھیں یہ اس لئے ہوتا تھا کہ ہم ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے سخت آزمائش میں ڈال رہے تھے۔" (تفہیم القرآن)

یہ تھا بنی اسرائیل کی ان بستیوں کا حال جو یروشلم یعنی بیت المقدس سے دور تھیں۔ خود بیت المقدس جو قبلہ تھا وہاں کھلے بندوں تجارت اور سودی لین دین ہوتا تھا۔ مال و اسباب سے لدے پھندے لوگ شہر کے اندر باہر آتے جاتے تھے۔ حاکم، تاجر، آقا اور غلام غرضیکہ ہر طبقہ

Marfat.com

کام میں مشغول رہتا تھا۔ "سبت" اور عام دنوں میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ یرمیاہ نبی اور حزقی ایل نبی نے "سبت" کی اس بے حرمتی پر اسے قومی جرم قرار دیا تھا اور یہودیوں کو دھمکی دی تھی کہ "اگر "سبت" کی بے حرمتی سے باز نہ آئے تو یروشلم نذرِ آتش کر دیا جائے گا" لیکن بنی اسرائیل جو اَب یہودی بن چکے تھے کب نبیوں کی پرواہ کرنے والے تھے بلکہ اب تو نبیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے انھوں نے بڑا ہی گھناؤنا طریقہ اپنا لیا تھا یعنی نبیوں اور رسولوں کا قتل۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا گیا، بادشاہ ہیرود نے اپنی داشتہ کو خوش کرنے کے لئے ان کا سر کاٹ کر اس کے حضور پیش کیا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اٹھا نہ لیا ہوتا تو اس ناہنجار و نابکار قوم نے انھیں بھی قتل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سَبت شکنی کی کیا سزا دی قرآن سے سنیئے :

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿البقرہ ۔ ۶۵﴾

"پھر تمہیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصّہ تو معلوم ہی ہے جنھوں نے "سبت" کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے انھیں کہہ دیا: بندر بن جاؤ اور اس حال میں رہو کہ تم پر دھتکار و پھٹکار پڑے" (تفہیم القرآن)

بندر بنائے جانے کی کیفیت کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جسمانی ہیئت بگاڑ کر بندروں جیسی کر دی گئی اور وہ تین دن زندہ رہے پھر مر گئے۔ بعض یہ معنیٰ لیتے ہیں کہ ان میں بندروں کی صفات پیدا ہو گئیں۔ سورۂ المائدہ کی اس آیتِ مبارکہ سے بات کسی قدر صاف ہو جاتی ہے ؛

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۞

"وہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سور بنائے گئے، جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور وہ سواء السبیل سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔" (تفہیم القرآن)

اس آیت کے دو حصے ہیں ایک وہ جس میں بندر اور سور بنائے جانے کا واقعہ ہے اور دوسرا وہ ہے

Marfat.com

جس میں طاغوت کی بندگی کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔ ہر جاندار کے جسم کے خلئے مختلف ہوتے ہیں لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ صورت مسخ کر کے بندر اور سور جیسی کر دی گئی تو خلیوں کی تبدیلی کا لازمی نتیجہ موت ہے۔ اس لئے مفسرین کی یہ رائے درست ہو سکتی ہے کہ ایسے لوگ تین دن زندہ رہے، پھر مر گئے۔ دوسری طرف طاغوت کی بندگی کرنے والوں کا نتیجہ ہے جو نبیوں اور رسولوں کا قتل کر رہے تھے ان ملعونوں پر غضب کے طور پر اللہ نے ان کی فطرت ہی تبدیل کر دی یعنی بندر اور سور جیسی کر کے ہمیشہ کے لئے دنیا میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔

یہود بحیثیت بندر اور سور

یہ بات قابلِ غور ہے کہ بندر اور سور میں ایسی کون سی باتیں ہیں جو اللہ نے انھیں دونوں جانور کا نام لیا ہے۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حواسِ خمسہ رکھنے والی مخلوق میں بندر اور سور ہی ایسی مخلوقات ہیں جن میں چند خصلتیں ایسی ہیں جو اور جانوروں میں یکجا نہیں پائی جاتیں۔ مثال کے طور پر سور کو لیجئے، اس میں تین خصلتیں ایسی ہیں جو ایک ساتھ کسی بھی حواسِ خمسہ رکھنے والے جانور میں نہیں۔ اول، سور اپنے مالک کو نہیں پہچانتا اور کبھی اپنے پالنے والے کی آواز پر اس کی طرف نہیں رجوع کرتا جب کہ بیشتر مخلوق اپنے مالک کو ضرور پہچانتی ہیں اور بلانے پر ضرور لپکتی ہیں۔

دوئم، سور اپنے گھر کو نہیں پہچانتا۔ ہر مخلوق شام ہوتے ہی بسیرے کے لئے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ پڑتی ہے لیکن سور چاہے پالتو ہو یا جنگلی جہاں پہنچ گیا وہیں ٹھہر گیا۔

سوم، سور ہر گندی چیز اور گندی حرکت (مادہ کے ساتھ) سے اپنے آپ کو منسلک کر لیتا۔ بندر کی دو انوکھی عادتوں سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ یعنی نقل اور توڑ پھوڑ۔ یہود کی فطرت میں ان دونوں جانوروں کی خصلتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔

قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے یہودیوں نے اپنے مالک کو ہزار بار دہانیوں کے بعد بھی نہ پہچانا اور بندگی کا رشتہ توڑ کر عقیدہ میں بگاڑ پیدا کیا جس کا نتیجہ عقیدہ اور عمل کے تضاد کی صورت میں نکلا۔ زندگی جو اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطا

Marfat.com

گذرنی تھی، نئے نئے فلسفوں کے مطابق گذرنے لگی۔ یہودیوں نے زندگی کی بنیاد غیر دینی سرمایہ داری پر رکھی جس کے عوامل ہیں سود، دھوکہ، فریب، مصنوعی قلت اور مجبوریوں کی خرید و فروخت۔ اِس طرح جو سوسائٹی کی عمارت قائم ہوئی وہ خیر کی بنیادوں پر نہ ہو کر شر کی بنیادوں پر ہوئی۔ قرآن حکیم نے نزولِ قرآن سے پہلے یہودیوں کے دو بڑے فتنوں کا ذکر کیا ہے جنھیں ہم تفصیل کے ساتھ گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ نزولِ قرآن کے بعد بھی پہلی اور دوسری جنگِ عظیم یہودیوں کی ہی سرمایہ داری کی ہوس کا نتیجہ تھیں اور انھیں کو سب سے زیادہ نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق ہی ان پر ہٹلر اور مسولینی مسلط کئے گئے تھے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔" وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔" (الاعراف ۱۶۷)

اب بھی یہودیوں کی سرمایہ داری کا دیو پوری طرح اپنا منہ کھولے ہوئے جو کچھ بھی ملتا جا رہا ہے، نگلتا جا رہا ہے۔ اب تیسری عالمگیر جنگ ناگزیر ہوتی جا رہی ہے اور اس جنگ کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ یہودیوں کی مکمل تباہی کی صورت میں نکلے گا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح ثابت ہوگی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ "ہر پتھر پکار کر کہے گا لو، اسے مارو یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔"

گذشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ یہودیوں نے چارلس ڈاردن کے فلسفۂ ارتقار کو عام کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں۔ سینما بھی یہودیوں کی ہی ایجاد ہے۔ اس کی مدد سے نئی نسل کو برباد کرنے کے لئے جنسی مناظر کی اس قدر پبلیسٹی کر رہے ہیں کہ نوجوان نسل پوری طرح جانور بنتی جا رہی ہے۔ یہودیوں نے اپنے حقیقی مالک کو نہیں پہچانا، اپنے حقیقی گھر کو نہیں پہچانا اور ہر گندی حرکت سے اپنے آپ کو منسلک کر لیا اس طرح سور کی خصلتوں کو اختیار کر کے سور بن گئے دوسری طرف اللہ نے انھیں بندر بنایا تھا، یورپ نے بندر کے ہاتھ میں تلوار دے دی۔ انھوں نے اس تلوار سے اخلاق و شرافت کے تمام بندھن کاٹ کر پھینک دیئے۔ عورت جس کی عزت و آبرو

Marfat.com

کی حفاظت باپ بھائی اور شوہر کے ذمّے تھی، باہر نکل پڑی اور ایک ایک لقمہ کے لئے غیر مردوں کی محتاج بن گئی۔ تمام لوگ گندی خواہشات کے سمندر میں ڈوب گئے۔ یہودیوں نے اتنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بندر کی توڑ پھوڑ کی فطرت سے مجبور ہو کر جزوِ لایتجزّی یعنی (ATOM) سے ایٹم بم بنایا اور آخری فتنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل اور یہود

قومِ یہود کی اخلاقی پستی اور اللہ کی نافرمانی کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہم، خود بنی اسرائیل کے انبیاء کے صحیفوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں تاکہ زمانہ حال کو ان اقتباسات کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اپنے مستقبل سے آگاہ ہو سکیں۔

حضرت یسعیاہ نبی کے صحیفے کے الفاظ:

"آہ! خطا کار گروہ، بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداروں کی نسل، مکّار اولاد، جنھوں نے خداوند کو ترک کیا، اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے"۔ (باب آیت ۴۔۵)

"وفادار بستی کیسی بدکار ہو گئی! اور وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راست بازی اس میں بستی تھی، لیکن اب خونی رہتے ہیں۔۔۔۔ تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت دوست اور انعام طلب ہے۔ وہ یتیموں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔ اس لئے خداوند کارب الافواج اسرائیل کا قادر یوں فرماتا ہے کہ آہ! میں ضرور اپنے مخالفوں سے آرام پاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔" (باب اآیت ۲۱ تا ۲۴)

"اور خداوند فرماتا ہے، چونکہ صیہون کی بیٹیاں (یعنی یروشلم کی رہنے والیاں) متکبر ہیں اور گردن کشی اور شوخ چشمی سے خراماں ہوتی ہیں اور اپنے پاؤں سے نازرفتاری کرتی ہیں اور گھنگھرو بجاتی ہیں، اس لئے خداوند صیہون کی بیٹیوں کے

Marfat.com

سرگنجے اور بدن بے پردہ کردے گا ...... تیرے بہادر تہ تیغ ہوں گے اور تیرے پہلوان جنگ میں قتل ہوں گے۔ اس کے پھاٹک ماتم اور نوحہ کریں گے اور وہ اُجاڑ ہو کر خاک پر بیٹھیں گے۔" (باب ۳ آیت ۱۶ تا ۲۶)

"یہ باغی لوگ اور جھوٹے فرزند ہیں جو خدا کی شریعت سننے سے انکار کرتے ہیں، جو غیب بینوں سے کہتے ہیں کہ غیب بینی نہ کرو اور نبیوں سے کہ ہم پر سچی نبوت ظاہر نہ کرو ہم کو خوشگوار باتیں سناؤ اور ہم سے جھوٹی نبوت کرو ...... پس اسرائیل کا قدوس یوں فرماتا ہے کہ چونکہ تم اس کلام کو حقیر جانتے ہو اور ظلم اور کجروی پر بھروسہ کرتے ہو اور اسی پر قائم ہو، اس لئے یہ بدکرداری تمہارے لئے ایسی ہوگی جیسے پھٹی ہوئی دیوار جو گرا چاہتی ہے ...... وہ اسے کمہار کے برتن کی طرح توڑ ڈالے گا، اسے بے دریغ چکنا چور کرے گا۔" اس کے ٹکڑوں میں ایک ٹھیکرا بھی ایسا نہ ملے گا جس میں چولھے پر سے آگ یا حوض میں سے پانی لیا جائے۔" (باب ۳۰ آیت ۹ تا ۱۴)

یرمیاہ نبی کی آواز:

"یروشلم کے کوچوں میں گشت کرو اور دیکھو اور دریافت کرو اور اس کے چوکوں میں ڈھونڈو، اگر کوئی آدمی وہاں ملے جو انصاف کرنے والا اور سچائی کا طالب ہو، تو میں اُسے معاف کروں گا ...... میں تجھے کیسے معاف کروں جبکہ تیرے فرزندوں نے مجھ کو چھوڑا اور ان کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں۔ جب میں نے ان کو سیر کیا تو انھوں نے بدکاری کی اور پرے باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھے ہوئے۔ وہ پیٹ بھرے گھوڑوں کی مانند ہوئے، ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگا۔ خدا فرماتا ہے کیا میں ان باتوں کے لئے سزا نہ دوں گا اور میری روح انتقام نہ لے گی۔"

(باب ۵ آیت ۱ تا ۹)

حزقی ایل نبی کی آواز:

"اے شہر، تو اپنے اندر خونریزی کرتا ہے تاکہ تیرا وقت آجائے ...... دیکھ اسرائیل کے

Marfat.com

امرا، سب کے سب جو تجھ میں ہیں، مقدور بھر خونریزی پر مستعد تھے۔ تیرے اندر انھوں نے ماں باپ کو حقیر جانا۔ تیرے اندر انھوں نے یتیموں اور بیواؤں پر ستم کیا۔ تو نے میری پاک چیزوں کو ناپاک جانا اور میرے "سبتوں" کو ناپاک کیا۔ تیرے اندر وہ ہیں جو چغلخوری کر کے خون کرواتے ہیں۔ تیرے اندر وہ ہیں جو بیٹیوں کی قربانی سے کھاتے ہیں۔ تیرے اندر وہ بھی ہیں جو فسق و فجور کرتے ہیں۔ تیرے اندر وہ بھی ہیں جنھوں نے اپنے باپ کی حرم شکنی کی۔ تجھ میں انھوں نے اس عورت سے جو ناپاکی کی حالت میں تھی مباشرت کی کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی، کسی نے اپنی بہو سے بدذاتی کی اور کسی نے اپنی بہن، اپنے باپ کی بیٹی کو تیرے اندر رسوا کیا تیرے اندر انھوں نے خونریزی کے لئے رشوت خوری کی۔ تو نے بیاج اور سود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا اور مجھے فراموش کیا ۔۔۔۔ کیا تیرے ہاتھوں میں زور ہوگا جب میں تیرا معاملہ فیصل کروں گا؟ ہاں، میں تجھ کو قوموں میں تتر بتر کروں گا اور تیری گندگی تجھ میں سے نابود کر دوں گا۔ اور تو قوموں کے سامنے اپنے آپ میں ناپاک ٹھہرے گا اور معلوم کرے گا کہ میں خداوند ہوں۔" (باب ۲۲ آیت ۲ تا ۱۶)

حضرت مسیح علیہ السّلام:

"اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں گا، مگر تو نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے" (متی باب ۲۳ آیت ۳۷-۳۸)

دورِ نو اور فطرتِ انسانی

گذشتہ ادوار کے انسانوں کی گمراہی، عذاب اور قسم عذاب کا مطالعہ کر لینے کے بعد آج کے دور کو دیکھئے۔ آج کا انسان اس دور کو دورِ نو سے تعبیر کر رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پچھلے دور، دورِ کہن

Marfat.com

تھے جن کے اندر کوئی خوبی نہ تھی۔ پہلے کے لوگ جہالت اور نادانی میں مبتلا تھے اور ہم روشن خیال و ترقی یافتہ ہیں ہمارے پاس وہ چیزیں ہیں جو ان کے پاس نہ تھیں۔ بیشک آج کا انسان مادی حیثیت سے کافی ترقی کر چکا ہے لیکن برائیاں آج بھی وہی ہیں جو آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے کے دور میں تھیں اور انسان اس صدی سے پہلے تک اخلاق میں اتنا بگڑا ہوا کبھی نہیں تھا جتنا آج ہے مثال کے طور پر قوم لوط کے فعل کو لے لیجئے۔ یہ فعل یعنی مردوں سے مردوں کی مباشرت۔ عیسیٰ سے دو ڈھائی ہزار سال قبل صرف ایک قوم میں تھی لیکن آج اسے یورپ کے کئی ممالک میں قانونی حیثیت دی جا چکی ہے۔ پہلے اسے جرم سمجھا جاتا تھا لیکن قانونی حیثیت مل جانے کی وجہ سے اب باقاعدہ مرد مرد سے شادیاں کر رہے ہیں۔ اکیلے امریکہ میں اس فعل کو کرنے والوں کی تعداد دو ڈھائی کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ سان فرانسکو شہر کی شہرت اس غیر فطری فعل میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی عام ہے۔ قوم لوط کو اس غیر فطری فعل کی سزا زلزلہ کی شکل میں ملی تھی۔ ۱۹۰۶ء میں سان فرانسکو بھی زبردست زلزلے کا شکار ہو چکا ہے جس میں ۲۸ ہزار مکان زمین بوس ہو گئے اور سیکڑوں لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔

آج ہر ملک قدیم مصر

مصری معاشرت کی جھلک جو قرآن نے ہمیں دکھائی ہے وہ آج سے ساڑھے تین چار ہزار برس پہلے کی ہے۔ اس زمانے کی مصری تحریروں اور عیسوی سے قبل یونانی تحریروں سے بھی قرآنِ حکیم کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانے کی مصری قوم، دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی۔ وہاں کے حکمراں اور اونچے طبقے کی عورتیں اپنے معاملات میں کلی طور پر آزاد تھیں۔ یہ حالت مصر کی برابر رہی۔ ایک ہزار سال بعد کلیوپیٹرا (جو مصر کی ملکہ تھی) میں وہی اوصاف ملتے ہیں۔ مصر کے بعد رومۃ الکبریٰ کو عروج حاصل ہوا اور مصری معاشرت کی جھلک جولیس سیزر کی بیویوں میں بھی نظر آتی ہے۔ ایسے معاشرے میں دونوں فریق ایک دوسرے کی حالت جانتے ہیں لیکن کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ آج آزادیٔ نسواں کے نام پر وہی حالت

Marfat.com

یورپ اور امریکہ کی ہے اور ان کی تہذیب کی غلامی اختیار کرنے کے سبب دنیا کے ہر ملک کی ہے آج جنسی تعلقات میں اخلاقی بگاڑ اس طرح سرایت کر چکا ہے جیسے کوئی کیڑا لکڑی کے گودے کو کھا کر کھوکھلا کر ڈالتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بڑی بڑی انجمنیں قائم ہیں، جن میں وکیل، ڈاکٹر مکینک، ڈرائیور غرضکہ ہر طرح کے ماہرین شامل ہیں۔ یہ انجمنیں لوگوں کو زنا کی سہولتیں مہیا کرتی ہیں کیونکہ طلاق کے لئے زناکاری کا ثبوت ضروری ہے۔ اس لئے عورت یا مرد جو بھی طلاق حاصل کرنا چاہتے ہیں ان انجمنوں سے مدد حاصل کرتے ہیں جو فریق ثانی کو کسی نہ کسی طرح زنا کی سہولت فراہم کر کے اپنے گاہک کو ثبوت مہیا کر دیتی ہیں۔ صحافت، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن عورت کو غرور و ناز کے آداب سکھانے میں مشغول ہیں۔ سرکاری و غیر سرکاری عصمت فروشی کے اڈے قائم ہیں جہاں کھلے عام دلّال اس ذلیل تجارت کے لئے گاہک تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ضبطِ ولادت کے طریقے اور دواؤں نے کنواری ماؤں کی کافی مدد کی ہے۔ سوئمنگ پولوں، سمندر کے ساحلوں ہوٹلوں، پارکوں اور کلبوں میں بے لباسی عام ہے اور بے تکلفی کا نظارہ تو ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ماؤں کو اپنے بچوں کی موجودگی اور لڑکیوں و لڑکوں کو اپنے والدین کی موجودگی کی پرواہ نہیں۔ آج ماں اور باپ خود اپنی نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک دوسرے کی دوستی اور تفریحات کے لئے تنہا جانے کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ امریکہ و یورپ میں آزادانہ اختلاط اور ان کی دیکھا دیکھی ایشیا میں بھی ناجائز تعلقات کی بھرمار ہو چکی ہے۔ اس کے سنگین نتائج اس قدر سامنے آرہے ہیں کہ اخبارات ایسی خبروں سے بھرے پڑے رہتے ہیں۔ وِل ڈیورانٹ اپنی کتاب "فلسفہ کی نیرنگیاں" میں لکھتا ہے:

"شہری زندگی نے شادی بیاہ میں رکاوٹیں کھڑی کر کے جنسی بے راہ روی کے ان گنت راستے کھول دیئے ہیں۔ جاگیرداری نظام میں اگر جنسی خواہش کا دبانا ایک امر معقول تھا تو اب صنعتی نظام میں یہ ایک انتہائی دشوار کام ہے کیونکہ صنعتی نظام لوگوں کو تیس سال تک نکاح کے مواقع فراہم نہیں ہونے دیتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کی طبیعت میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور ضبطِ نفس کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ عفت و پاک دامنی ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ شرم و حیا کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ مرد اپنی بے راہ روی پر فخر کرتے ہیں۔ عورتیں

Marfat.com

بے حیائی میں مردوں سے مساوات چاہتی ہیں۔ شادی سے قبل جنسی اختلاط ایک جانی پہچانی روایت بن چکا ہے۔" (صـ ۱۲۶-۱۲۷)

"ہم ایک مرتبہ پھر اسی کشمکش سے دو چار ہیں جس سے سقراط گذر چکا ہے۔ ہم ایسے طبعی اخلاق کہاں سے لائیں جو آسمانی سرزنش کی جگہ لے لیں، جس کا اثر لوگوں کی زندگی سے ختم ہو چکا ہے اور اخلاقی بگاڑ ہمارے اجتماعی سرمایہ کو تباہ کرتا جارہا ہے۔" (صـ ۹ جلد اول)

یہ کتاب ۱۹۲۹ء کی لکھی ہوئی ہے اور مصنف نے جو پیشنگوئی کی تھی وہ نہ صرف صحیح اتر رہی ہے بلکہ بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ امریکی ادارہ فلاڈلفیا انکوائرر نے مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء کو ایک جائزہ رپورٹ شائع کی تھی جس کے سردیر یونس کینیڈی (Y. KENNEDY) ہیں، انھوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "ایک سال کی مدت میں کم عمری ہی میں بن بیاہی لڑکیاں دس لاکھ سے زیادہ ماں بننے کی حالت سے دو چار ہوئیں، جن سے چھ لاکھ کی تعداد میں بچے پیدا ہوئے اور جو مردان بچوں کی پیدائش کے ذمہ دار ہیں، وہ ان سے ترکِ تعلق کر لیتے ہیں اس لئے اس کم عمری میں ہی انھیں روزگار کی فکر کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ اپنا اور اپنے بچے کا خرچ پورا کر سکیں۔" مضمون نگار آگے لکھتا ہے۔ "کم عمر عورتوں کی اس بڑی تعداد کا ایک سال کے اندر اس مرض میں مبتلا ہو جانا بہت غیر معمولی بات ہے۔" اس طرح کی رپورٹیں آئے دن ہر ملک کے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج ہر ملک اور شہر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا مصر بنا ہوا ہے اور کوئی یوسف علیہ السلام کی اصلاح کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔

آج کے تاجر

جس طرح قدیم زمانے کے تاجروں کا عقیدہ تھا کہ تجارت میں بے ایمانی جائز ہے وہی عقیدہ آج کے تاجروں کا ہے۔ قدیم زمانوں کے تاجر بے ایمانی کا صرف ایک ہی طریقہ جانتے تھے یعنی ناپ تول میں کمی کرنا، جب دوسروں سے مال خریدتے تھے تو ناپ تول زیادہ رکھتے تھے یعنی دوسرے پیمانوں سے لیتے تھے اور جب بیچتے تھے تو دوسرے پیمانوں سے۔ آج کے تاجروں نے بے ایمانی کے نئے نئے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں۔ آج اصل اور نقل دونوں قسم کی اشیاء سے بازار بھرے پڑے ہیں۔

Marfat.com

خریداروں کو فرق کرنا مشکل ہے اوپر لیبل کچھ ہے اور اندر چیز کچھ۔ سرکاری ٹیکس کے نام پر خریدار سے قیمت زیادہ وصول کرتے ہیں اور سرکاری رقم ہضم کر جاتے ہیں۔ خورد و نوش کی چیزوں میں ملاوٹ عام ہے۔ بڑی بڑی فرمیں اور تجارتی ادارے اپنے مال کو بیچنے کے لئے کمیشن اور لمبے چوڑے اشتہارات کا سہارا لیتے ہیں۔ سرکاری خریداروں کے لئے کمیشن عام ہے۔ عورت کو خاص طور پر ترقئ تجارت کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ اشتہار کو خوب صورت اور دیدہ زیب بنانے کے لئے اور اپنے مال کی مقبولیت میں اضافہ کرنے کے لئے عورت کے جسم کو مختلف طریقوں سے نمایاں کیا جاتا ہے۔ جنسیات، چور بازاری، نفع اندوزی، رشوت ستانی، سٹہ بازی، ذخیرہ اندوزی، فریب دہی اور مجبوریوں کی خرید و فروخت آج کی تجارت کے ضروری لوازمات ہیں۔ اس دورِ نو کے اہلِ مدین اور اصحاب الایکہ اپنے انجام سے بے خبر اپنے ذاتی عیش کے لئے ہر طرح کے مجرمانہ فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں اور دولت کی بڑی سے بڑی مقدار بھی انھیں تسکین نہیں دے پا رہی ہے۔

آج کے آقا

جس معاشرے میں جاہ و مال کی طلب میں لوگ اندھے ہو جاتے ہیں وہ معاشرہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک گروہ میں حکمراں طبقہ، نام نہاد مذہبی پیشوا، دولت مند اور خوشحال لوگ ہوتے ہیں اور دوسرے گروہ میں متوسط، غربار و مساکین اور مجبور و بے کس لوگ ہوتے ہیں۔ اوّل الذکر خدا فراموش ہو کر خود فراموش ہو جاتا ہے، خدا کا نافرمان ہو کر خدا کی دنیا میں من مانی کرنے لگتا ہے اور آخر الذکر کے لئے جبار و قہار بن جاتا ہے، انصاف کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔ جھوٹی شان و شوکت کے لئے اونچے اونچے محل بناتا ہے، مخمل کے فرش بچھاتا ہے، دروازوں اور کھڑکیوں کو زربفت و کمخواب کے پردوں سے مزین کرتا ہے، دسترخوانوں میں قسم قسم کے لذیذ کھانے چنتا ہے، رقص و سرود اور عیش و عشرت میں سرتاپا غرق ہو جاتا ہے، کام و دہن کی لذت اور خواہشاتِ نفس کی تسکین کے سوا ان کو نہ تو دنیا میں کوئی فکر رہتی ہے اور نہ ہی کوئی مشغلہ۔ زندگی کی ہوس اور لذت کی حرص اتنی بڑھ جاتی ہے کہ سیری نہیں ہوتی۔ دوسری طرف عوام کو سر چھپانے کے لئے جھونپڑی، تن ڈھکنے کے لئے لنگوٹی، پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور سونے کے

Marfat.com

لئے ٹوٹی چارپائی بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ زندگی کے بوجھ اور حکمراں گروہ کے مطالبات اور محصولات میں بری طرح دب جاتے ہیں۔ غلامی اور قانون کی زنجیروں اور بیڑیوں میں ایسے جکڑ جاتے ہیں کہ ان کی زندگی جانور کی زندگی ہو جاتی ہے اور جب اس زندگی سے اکتا جاتے ہیں تو سستی نشہ آور چیزوں اور سستی تفریحات میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ نام نہاد اونچا طبقہ ایک طرف اپنے ہی معاشرہ کے کمزور لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے اور دوسری طرف خود ان کے اپنے درمیان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جوڑ توڑ کی شیطانی سیاست شروع ہو جاتی ہے۔ جدو جہد و قربانی اور محنت و جانفشانی کا دور ختم ہو جاتا ہے اور خانہ جنگیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ بیشتر خانہ جنگیاں بڑے پیمانہ پر خونی معرکہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ پڑوسی قومیں اس انتشار و خلفشار کا فائدہ اٹھا کر یا تو انھیں نیست و نابود کر دیتی ہیں یا اپنا غلام بنا لیتی ہیں۔ یہ فرعون، اس کے درباری اور قارون اس طرح قوموں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن نے اس طبقے اور گروہ کے بارے میں ایسا فیصلہ صادر کر دیا ہے جو آج سے چار پانچ ہزار پہلے بھی درست تھا اور آج بھی ہے اور مستقبل میں بھی رہے گا۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا ۝

(۱۷:۱۶-۱۷)

”جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ دیکھ لو کتنی ہی نسلیں جو نوحؑ کے بعد ہمارے حکم سے ہلاک ہوئیں۔ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔“ (تفہیم القرآن)

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ (الانعام ۱۲۳)

Marfat.com

"اور اس طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو لگا رکھا ہے کہ وہاں اپنے مکروفریب کا جال پھیلائیں۔ دراصل وہ اپنے فریب کے جال میں آپ پھنستے ہیں، مگر انھیں اس کا شعور نہیں۔" (تفہیم القرآن)

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ "جو پیغام تم لے کر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے" انھوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ "ہم تم سے زیادہ مال و اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔" (سبا: ۳۴ و ۳۵)

گمراہی کا اصل سبب

انسان کی گمراہی کا اصل سبب ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اس نے دنیا میں ظاہر ہونے والے نتائج کو ہی خیر و شر کا معیار جانا۔ یہاں دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ فریبی، مکار، اور دھوکے باز خوشحالی کی زندگی گذارتے ہیں جب کہ ایماندار، شریف اور نیک لوگ پریشان اور خستہ حال رہتے ہیں انھیں بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں فوری طور پر ظاہر ہونے والے یہی نتائج ہیں جو نفس پرستوں کو مغرور و سرکش بنا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی کسی ہدایت کو قبول نہیں کرتے کیونکہ حق کو قبول کر لینے سے اس اقتدار اور بلند مقام کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے جو انھیں جوڑ توڑ اور بدکرداریوں کی وجہ سے ایک بگڑے معاشرے میں حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ مغرور و سرکش لوگ دولت و اقتدار کی ہوا سے اس قدر پھول جاتے ہیں کہ ان کے دل کسی بھی کلمۂ حق اور قولِ نصیحت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ ان کے دلوں پر لعنت کی مہر ثبت کر دیتا ہے۔ سورۂ اعراف میں اللہ فرماتا ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ

Marfat.com

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶:۷﴾

"میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں، وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے۔ اس لئے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروائی کرتے رہے۔" (تفہیم القرآن)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿

"ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا لوگ اس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ جیسا کریں ویسا بھریں۔" (۱۴۷:۷)

انسان میں نفسانی خواہشات کا عنصر زیادہ ہے اس لئے ہر دور میں نفسانی خواہشات کے پیروؤں کی تعداد بھی زیادہ رہی ہے اور نیک لوگوں کو تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں۔ کبھی ان کا سماجی مقاطعہ کیا گیا، کبھی انھیں زہر پینے پر مجبور کیا گیا، کبھی انھیں آگ میں پھینکا گیا، کبھی انھیں سولی پر چڑھایا گیا، کبھی ان پر پتھر برسائے گئے اور کبھی بے گھر بے وطن کیا گیا لیکن ان کا مشن برابر آگے ہی بڑھتا گیا کیونکہ اللہ کے ان نیک بندوں نے اپنی عادات و اطوار، رہن سہن اور زندگی و موت سب سے اپنے عہد کو متاثر کیا۔ سقراط نے زہر کا پیالہ پینے سے پہلے کہا تھا: "ایتھنز کے لوگو! جہاں تک میں تمہیں جانتا ہوں، تم مجھ جیسے انسان کو قتل کر دو گے لیکن ایسا کر کے تم اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ زخمی کر لو گے۔ ایک برے آدمی اور برے سماج کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ کسی اچھے آدمی کو زخمی کر کے خود کو نسبتاً زیادہ زخمی کر لیتا ہے۔ اگر تم لوگ یہ سوچتے ہو کہ ایک آدمی کو مار کر تم کچھ لوگوں کا منہ بند کر دو گے تا کہ تمہاری گناہ آلودہ زندگی کا محاسبہ نہ کر سکیں تو تم غلط سوچتے ہو، یہ نہ تو فرار کا ممکن راستہ ہے اور نہ قابلِ احترام طریقۂ حیات، آسان ترین اور اعلیٰ ترین راستہ تو یہ ہے کہ دوسروں کو نااہل نہ بناؤ بلکہ خود اہل بننے کی کوشش کرو۔" (اپولوجی)

آخر سقراط کا قصور کیا تھا؟ کیا اس نے فوجیں اکٹھا کی تھیں؟ کیا اس نے قیصر پر حملہ کیا

Marfat.com

تھا؟ کیا اس نے کسی کو قتل کیا تھا؟ یا اپنا فلسفہ منوانے کے لئے لوگوں پر زور زبردستی کی تھی؟ آخر اُسے سزائے موت کیوں دی گئی؟ اس لئے! کہ وہ آزادی، خودداری اور نیک چلنی کا معلم تھا اور یہی وہ ضربِ کلیم ہے جس نے ہر زمانہ میں فرعونوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کیا۔ سقراط ایتھنز کے عوام کا ہر دلعزیز ہیرو اور فلسفی تھا پھر بھی نفس پرستوں نے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن کیا سقراط کا پیغام فنا ہو گیا؟ قیصر فنا ہو گیا لیکن سقراط آج بھی زندہ ہے، نمرود کی آگ بجھ گئی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گلزار کی مہک آج بھی فضاؤں میں بسی ہوئی ہے۔ یزید اور یزید کی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا لیکن شہدائے کربلا کی حریت پسندی آزادی کے متوالوں کے دلوں میں آج بھی قائم ہے۔ یہ ہے اللہ کی طرف سے حق پرستوں کے لئے انعام کہ ان کا نام حق کے ساتھ ہمیشہ جڑا رہے گا۔ قرآن اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (البقرہ)

"دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لایا اُس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اُس نے لیا ہے) سب کچھ سننے و جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اللہ اور طاغوت :-

طاغوت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :- "طاغوت لغت کے اعتبار

Marfat.com

سے ہر اُس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ خدا کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اس کی فرمانبرداری ہی کو حق مانے مگر عملاً اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اس کا نام فسق ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا اس کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے لگ جائے یہ کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مالک سے باغی ہو کر اس کے ملک اور اس کی رعیت میں خود اپنا حکم چلانے لگے اسی آخری مرتبے پر جو بندہ پہنچ جائے اسی کا نام طاغوت ہے اور کوئی شخص صحیح معنوں میں اللہ کا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس طاغوت کا منکر نہ ہو۔"

یہی وہ طاغوت ہے جو نیکی کو فروغ دینے اور برائی کو روکنے والوں کے خلاف نفس پرستوں کی فوج لے کر ہمیشہ صف آرا ہوا اسی لئے اسلام نے اس سے جہاد کرنا فرض قرار دیا ہے۔ آج انسان نے وہ بلندی و عظمت حاصل کر لی ہے جو اسے کبھی نہ تھی لیکن خواہشاتِ نفس کی بھی پیروی جتنی آج ہے کبھی نہ تھی کیونکہ آج مادی وسائل کی بہتات ہے۔ مادی وسائل کے زیادہ سے زیادہ استعمال کی ہوس نے ہر دور میں اتباعِ نفس کرنے والوں کو طاغوت پرستی کی طرف مائل کیا ہے۔ کبھی طاغوت قبیلہ و نسل کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آیا، کبھی مذہب کی اصل شکل مسخ کر کے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اور کبھی شہنشاہیت اور جاگیرداری نظام کا، لیکن بیسویں صدی کے طاغوت نے عوامی آزادی اور عوامی جمہوریت کا نعرہ دیا۔ اس نعرے میں اتنی کشش تھی کہ لوگوں نے اسے اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھا اور اُسے جمہوریت کا نام دیا۔ جمہوریت کی تعریف کرتے ہوئے کہا "یہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ اور عوام کے لئے ہے" لیکن تجربہ کرنے پر پتہ چلا کہ "یہ خواص کی حکومت، خواص کے ذریعہ اور خواص کے لئے ہے۔" اس میں فرد کو اس قدر آزادی مل گئی کہ معاشرہ ان کے سامنے ہیچ ہو گیا۔ آزادی کا فائدہ انھیں کو ملا جن کے پاس طاقت، دولت، اور مادی وسائل تھے۔ عوام کو وہی کچھ ملا جو انھوں نے ٹکڑے کے طور پر ان کے سامنے پھینک دیئے جن کے ہاتھ میں وسائل تھے دولت ان کی لونڈی بن گئی۔ جمہوریت میں

Marfat.com

دولت مند قانون سے بالاتر ہوگئے کیونکہ قانون بنانے والے ان کے زر خرید غلام ہوگئے۔ اس لئے دولت اکٹھا کرنے کی ہوڑ شروع ہوگئی، ہر جائز ناجائز طریقہ اپنایا جانے لگا، اخلاقی پابندیوں کو پس پُشت ڈال دیا گیا، سماجی، اخلاقی اور مذہبی جرم کرنے والوں کو چھوٹ مل گئی۔ آزادیٔ نقل، آزادیٔ عمل، آزادیٔ رائے، آزادیٔ اجتماع اور آزادیٔ صحافت نے وہ گل کھلائے کہ انسانیت چیخ اٹھی۔ اس چیخ کو سن کر نفس پرست سماج سامنے آیا اور فرد سے سب کچھ چھین کر سماج کو دے دیا۔ اب جو طاغوت پیدا ہوا وہ آمریت و مطلق العنانی اور وحشت و بربریت میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ شہنشاہیت و جاگیردارانہ نظام کچھ نہ تھا۔ سماج کا صرف نام تھا، پارٹی اور پارٹی لیڈر ہی سب کچھ ہوگیا لیکن ایک لیڈر کے مرنے کے بعد جب دوسرا برسرِ اقتدار آیا تو اس کی قبر تک کھدوا کر پھنکوا دی گئی۔

دورِ نَو کے فراعنہ:۔

قدیم زمانے کے فراعنہ اپنے اقتدار کی کرسی کو محفوظ رکھنے کے لئے نسلی امتیاز کی پالیسی پر کاربند تھے، اپنے عوام کو دو طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل جو کمزور طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے خلاف نسل کشی کی مہم چلا رکھی تھی تاکہ اقتدار کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی تعداد نہ بڑھنے پائے۔ آج کے فراعنہ ضبطِ تولید کا خوب صورت نام دے کر اسی نسل کشی کی مُہم کو سائنٹفک طریقے پر چلا رہے ہیں تاکہ پیداوار میں حصہ بٹانے والوں کی تعداد نہ بڑھنے پائے اور ان کے معیارِ زندگی .... (STANDARD OF LIVING) میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے۔ امریکہ و برطانیہ جو جمہوریت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں، رنگ و نسل، قوم و ملت، اور زبان و خیال کے تعصب میں فراعنۂ مصر سے بھی آگے ہیں۔ پورا معاشرہ دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ گوری نسل کے لوگ کالوں کے لئے جبار و قہار بنے ہوئے ہیں۔ یورپی لوگوں نے امریکہ میں (RED INDIANS) کی پوری نسل کا صفایا کر دیا ہے اور اب وہی حرکت کالوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ یہ وہی کالوں کی اولادیں ہیں جو افریقہ اور ایشیا سے غلام بنا کر امریکہ لے جائے گئے تھے اور امریکی معیشت کی تعمیر و ترقی میں سب سے بڑا انہی کا ہاتھ ہے۔ پورے امریکہ میں ان کالوں کی آبادی ڈھائی تین کروڑ کے قریب ہے دنیا کے سب سے بڑے ترقی یافتہ، جمہوریت کے علمبردار، حقوقِ انسانی کے نقیب اور دولت کی

Marfat.com

ریل پیل والے ملک میں، جو کروڑوں ڈالر کی مدد پس ماندہ ممالک کو ہر سال فراہم کرتا ہے، سفید فام امریکیوں کی حالت کافی گری ہوئی ہے۔ امریکی معاشرہ میں جوان کے ساتھ بے اعتنائی برتی جارہی ہے اس کی وجہ سے یہ لوگ غربت وافلاس سے تنگ آکر مجرمانہ زندگی کی طرف رجوع کررہے ہیں۔ شکاگو اور نیویارک جہاں کالوں کی تعداد زیادہ ہے جرائم کی بھرمار ہے۔ اس کے علاوہ جمہوری ممالک کا ہیرو جرائم کی دنیا کا بھی ہیرو بنا ہوا ہے۔ سیاہ فام امریکی چھوٹے چھوٹے جرائم کرتے ہیں اور سفید فام امریکی جو اقتدار اور دولت سے محروم ہیں بڑے بڑے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کے جرائم تمدنی سہولتوں کے سائے میں ہوتے ہیں۔ امریکہ میں دراصل جو طبقہ اصل وجاہت واقتدار کا مالک ہے وہ اینگلو سیکسن ہے۔ دولت وحکومت کے کلیدی ذرائع ان ہی کے ہاتھ میں تھے۔ بقیہ امریکی قدیم مصری معاشرہ میں بنی اسرائیل کی طرح نمبر دو کے شہری ہیں۔

امریکی معاشرہ کی ذہنیت کس قدر مجرمانہ ہے اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگائیے۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۷۷ء کی شب میں نیویارک شہر کے قلب، جس کا نام ہائٹن ہے کی بجلی فیل ہوگئی جس سے پورا علاقہ تاریک ہوگیا۔ اس تاریکی میں اس قدر لوٹ مار ہوئی کہ چار کروڑ ڈالر کا مال چوری کرنے کی کوشش میں برباد ہوا اور تقریباً چار کروڑ ڈالر کا ہی مال چوری گیا، ڈیڑھ ہزار لوگوں کو پولیس نے چوری کرتے ہوئے پکڑا اور بہت سے فرار ہوگئے۔ بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ پاور ہاؤس پر بجلی گرنے کی وجہ سے بجلی فیل ہوئی لیکن بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ پاور ہاؤس پر بجلی نہیں گری تھی بلکہ پاور ہاؤس کے مالکوں نے ملازمین کے مطالبات کو ختم کرنے کے لئے خود بجلی خراب کردی تھی تاکہ وہ اس سے انتظامی اور سیاسی فائدہ اٹھا سکیں۔

سام زادہ جس نے تیرہ آدمیوں کو قتل کیا تھا اس کے بارے میں امریکی اخبار نیویارک ۳ جولائی ۱۹۷۷ء کا اقتباس دیکھئے۔ اخبار لکھتا ہے۔ " اس قاتل کے تمام حملے ان نوجوانوں پر ہوئے جن کی عمریں ۲۵ سال کے آس پاس تھیں ...... سام زادہ نے دھمکی دی ہے کہ میں پھر حملہ کروں گا، چنانچہ اس شہر کا دھیان اب ہر وقت اس طرف لگا ہے کہ یہ سام زادہ اگلا حملہ کہاں کرتا ہے، یہ شہر کا سب سے بڑا سوال ہے ...... یہ سام زادہ اس شخص کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے جس نے ۱۹۵۵ء میں سام کے نام سے شکاگو میں تباہی مچائی تھی" نیویارک ٹائمز اپنے ۵ جولائی

۱۹۸۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔ "ہم جنسی کی عادت میں مبتلا دو شخص، دوسرے جرم میں ماخوذ ہو کر ایک عدالت میں پیش کئے گئے، پولیس کا کہنا ہے کہ ان پر مزید چھبیس قتل کے ارتکاب کا بھی الزام ہے۔ یہ قتل مختلف اوقات میں عام طور پر کمسنوں کے کئے گئے...... اٹھائیس افراد کے قتل کا یہ کیس پوری قوم کی تاریخ میں مجرمانہ وسعت کے لحاظ سے اب تک کا سب سے بڑا کیس ہے"۔ یہ ہے مغربی تہذیب کی ایک جھلک! اس تہذیب کی تربیت مشرق کو بھی ٹیلی ویژن، سینما، اور رسل و رسائل کے ذریعہ برابر مل رہی ہے اور ہمارا معاشرہ بھی مغربی قوموں کے رنگ میں رنگتا جا رہا ہے۔

جمہوری ممالک میں اخلاقی پستی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سیاسی پارٹیاں اقتدار پر قبضہ جمانے کے لئے سیاسی رشوت کا سہارا لیتی ہیں۔ جس طرح بچوں کو بہلانے کے لئے مٹھائی کی لالچ دی جاتی ہے اور ان کی عادتیں بگڑتی جاتی ہیں اسی طرح پارٹیاں اپنے عوام کو اخلاقی پستی کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنے کی رشوتیں دیتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ اگر ہم اقتدار میں آگئے تو معیارِ زندگی کو اور اونچا کریں گے یعنی عوام کو تعیش کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ اس طرح جمہوری ممالک کے عوام کی نفسانی خواہشات برابر آگے ہی بڑھتی جاتی ہیں۔ کوئی پارٹی نفسانیت کو لگام نہیں دینا چاہتی ورنہ اس کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔

اشتراکی معاشرہ

دوسری طرف بے دین، خدا دشمن، اخلاق سے عاری، انسانی ضمیر اور انسانی آزادی کو کچلنے والے اشتراکی ممالک ہیں جہاں نام نہاد مزدوروں کی حکومتیں ہیں۔ یہ ایک حسین فریب ہے دراصل چند ذہین اور چالاک لوگوں نے محنت کش عوام کی طاقت کو استعمال کر کے اقتدار پر قبضہ جما رکھا ہے۔ بیچارے مزدوروں کو فرصت کہاں کہ حکومت کریں، انھیں تو رات دن بغیر آرام کئے چاہے وہ عورت ہو یا مرد کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنا ہے۔ اشتراکی ممالک میں پورا سماج پوری طرح دو طبقوں میں منقسم ہے، ایک محنت کش طبقہ اور دوسرا حکمراں طبقہ۔ سڑکوں پر جھاڑو دینا، گندی نالیاں صاف کرنا، کھیتوں میں ہل چلانا، کانوں میں دن رات کھدائی کرنا اور سروں پر بوجھ اٹھانا محنت کش اور کمزور طبقے کا ہی کام ہے، حکمراں ٹولے کا نہیں۔ ان کا رہن سہن جمہوری

Marfat.com

ممالک کے حکمراں طبقے کے رہن سہن سے کسی طرح کم نہیں اور مزدوروں کی زندگی وہی ہے جو ہر ملک کے مزدور کی ہے۔ جمہوری ممالک کا مزدور اپنے حقوق کے لئے ہڑتالیں کر سکتا ہے۔ کارخانہ داروں اور مل مالکوں سے لڑ سکتا ہے لیکن اشتراکی ممالک کے مزدور سے یہ حق بھی چھین لیا گیا ہے۔ اس کا حال وہی ہے جیسا کولھو کے بیل کا ہوتا ہے کہ آنکھ میں پٹی باندھ دی جاتی ہے اور اس کا کام صرف چلنا ہوتا ہے، اور جب کمزور ہو جاتا ہے قصائی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ پولینڈ کی مثال موجود ہے یہاں سالیڈارٹی جو مزدوروں کی انجمن ہے کس بری طرح کچلی گئی۔ اس کے لیڈروں کو جیل میں قید و بند کی صعوبتیں بھگتنی پڑ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ مذہبی لیڈروں کو بھی نہیں بخشا گیا اس لئے کہ اشتراکیت کی بنیاد طبقاتی کشمکش اور خدا دشمنی پر ہے۔ اشتراکی ممالک صحیح معنی میں فراعنہ مصر بنے ہوئے ہیں اور دورِ نو میں جانشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں قدیم زمانہ کے فرعون نے اپنے وزیر سے کہا تھا۔ "ذرا ایک اونچا مینار تو بنوا نا میں اس میں چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" اور جب مینار بن کر تیار ہو گیا تو فرعون نے اس پر چڑھ کر اعلان کیا۔ "یہاں تو کہیں خدا نظر نہیں آتا۔"

اب ذرا اشتراکی ممالک کے آقا روس کو دیکھئے وہ خلائی جہاز کے ذریعہ خدا کو تلاش کر رہا ہے: ۱۱ستمبر ۱۹۶۱ء کو خروشچیف نے "پراودا" اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا: "ہم نے پادریوں سے بہشت کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا، اس کی تلاش کے لئے یوری گاگارین کو خلا میں بھیجا۔ اس نے زمین کے گرد چکر لگایا، اسے بیرونی خلاء میں کوئی چیز نہیں ملی، وہاں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس کے بعد ہم نے ٹیٹوف کو خلائی سفر پر بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ سارا دن زمین کے گرد چکر لگائے۔ گاگارین صرف ڈیڑھ گھنٹے خلاء میں رہا تھا اس لئے شائد وہ بہشت تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لئے ٹیٹوف کو خاص طور پر ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی، جب وہ خلائی سفر سے واپس آیا تو اس نے بھی گاگارین کے نتائج کی تصدیق کی۔"

میگزین آف سوویٹ سائنسز کے چیف ایڈیٹر کے الفاظ بھی سنیئے۔ "روس کا سیارہ جو حال ہی خلاء میں چھوڑا گیا ہے اور جو ایسے نازک آلات سے لیس ہے جن میں دیکھنے، سننے اور جائزہ لینے کی پوری طاقت موجود ہے، اس نے جو خبریں بھیجی ہیں، ان میں کوئی ایسی خبر نہیں جس سے مختلف مذہبوں کے اس دعویٰ کا ثبوت ملا ہو کہ آسمان پر کوئی برتر بادشاہ موجود ہے، جو تختِ خلائی پر براجمان ہو

Marfat.com

اور اس کے ارد گرد فرشتے گھیرا باندھے کھڑے ہوں اور اس کے آستانوں کا پیغمبر طواف کر رہے ہوں اس کے گوشوں میں جنت اور دوزخ بر پا ہوں اور اس کی عدالت سے قضا و قدر کے فیصلے صادر ہو رہے ہوں"۔ (بحوالہ مجلہ الازہر، قاہرہ، شمارہ اپریل ۱۹۵۹ء ماخوذ از سرخ اندھیروں میں ؟ از خلیل حامدی)

اشتراکی حکومت کا آغاز ۱۹۱۷ء میں روسی انقلاب سے ہوا۔ اشتراکیت ایک فلسفۂ حیات ہے جس میں خدا اور مذہب کا انکار، انفرادی ملکیت کا خاتمہ اور مزدوروں کے نام پر ڈکٹیٹر شپ کا قیام شامل ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کے ظلم وجور، جبر و تشدد، اور جائز ناجائز طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔ جس وقت سرخ انقلاب کے بعد بالشویکوں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی، کمیونسٹوں کے علاوہ ہر کسی کو اپنی راہ سے ہٹانا شروع کیا۔ جس شخص یا گروہ کو صاف کرنا ہوتا تھا اسے یہ لوگ "کولاک" کہتے تھے اور کولاک کے الزام کی سزا صرف موت ہوتی تھی۔ اس طرح سیاسی مخالفین کا خاتمہ کرنے کے بعد مذہب کی طرف رجوع کیا اور روسی ترکستان میں وہ مظالم کے پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ۔ انقلاب سے پیشتر روس میں تقریباً تیس ہزار مسجدیں تھیں، اب صرف تین سو باقی رہ گئیں۔ غور کریئے جمہوریہ ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، قرغیزستان، قازقستان، آذربائیجان، جارجیا اور جمہوریہ آرمینیا یہ خالص مسلم اکثریت والی ریاستیں ہیں۔ یہاں کی نوّے فیصد آبادی مسلم ہے اور جمہوریہ روسیہ، استوانیہ، یوکرین، بغدان، سفید روسیہ، لاتویا، لتھوئیا اور جمہوریہ فن لینڈ قریلیا میں بھی مسلم آبادی کافی ہے۔ کل ملاکر روسی اعداد و شمار کے مطابق یہاں مسلمانوں کی آبادی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے اور مسجدوں کی تعداد صرف تین سو اس لئے کہ انقلاب کے بعد کمیونسٹوں نے مسجدوں کو گھوڑوں اور خنزیروں کے اصطبلوں میں، غلہ واجناس کے گوداموں میں، کمیونسٹوں کے جلسہ گاہوں اور کلبوں میں تبدیل کر دیا اور بہت سی شہید کر دی گئیں۔ علماء اور اساتذہ کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ اسی ترکستان میں اشتراکیت نے جب سے قبضہ جمایا ہے اب تک تقریباً آٹھ ہزار مسجدیں شہید کی گئیں، تقریباً تیس ہزار علماء، ائمہ اور اور اساتذہ کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ کل ملاکر تقریباً پچاس لاکھ مسلم قتل کئے گئے اور اتنے ہی ملک چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ یہ ہے اشتراکی ممالک کے آقاؤں کا کردار۔ خود روسی آئے دن اس دم

Marfat.com

گھٹنے والے ماحول سے بھاگ کر یورپی ممالک میں پناہ لیتے رہتے ہیں۔ پرولتاری آمریت کا اندازہ خروشچیف کے اس بیان سے لگایئے جو اس نے اشتراکی پارٹی کے ۲۲ ویں اجلاس میں بحیثیت صدر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا: "اسٹالن کے دور میں پارٹی لیڈرشپ، حکومت اور اقتصادیات میں بہت کچھ خرابیاں پیدا ہوگئیں تھیں۔ بس احکامات جاری ہوتے تھے، نقائص پر پردہ ڈالا جاتا تھا، لوگ ڈر ڈر کر کام کرتے تھے اور ہر نئی چیز سے خطرہ محسوس کرتے تھے" یہ ہے روس کے ایک ڈکٹیٹر کا بیان اپنے پیشرو ڈکٹیٹر کے بارے میں۔ خود خروشچیف کا کیا حال ہوا آپ بخوبی واقف ہوں گے کہ گمنامی کی موت نصیب ہوئی۔

جمہوری آمریت اور پرولتاری آمریت

آج ایک طرف خیالی جمہوریت ہے جو سرمایہ داروں کی آمریت بنی ہوئی ہے تو دوسری طرف پرولتاری آمریت ہے جو عہدِ کہن کے ہر انسان کو چاہے وہ درست ہی کیوں نہ ہو مٹا دینا چاہتی ہے۔ ان دونوں آمریتوں نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اپنے اپنے حلقۂ اثر کو بڑھانے کے لئے ہر جائز ناجائز طریقہ اپنا رہی ہیں۔ ہمارے سامنے فلسطین اور افغانستان کی مثال موجود ہے۔ فلسطین میں سرمایہ داروں کا آقا امریکہ ہے جس نے برطانیہ کی ناجائز اولاد اسرائیل گود لے رکھا ہے، جو کچھ کر رہا ہے اور کرا رہا ہے وہ اشتراکی ممالک کی نظر میں غلط ہے اور ان کے تمام ذرائع ابلاغ ونشرواشاعت چیخ چیخ کر دنیا کی نظر اس ظلم کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہی کام اشتراکی ممالک کا آقا روس، افغانستان میں کر رہا ہے جو سرمایہ دار اور خیالی جمہوری ممالک کے نزدیک غلط ہے اور وہ صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے افغانستان کے مظلومین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بات کیا ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن جو کچھ ہو ان کی چودھراہٹ میں ہو۔ گذشتہ دونوں عالمی جنگیں اسی مقصد کے لئے لڑی گئیں۔ یہ جنگیں دنیا سے ظلم وجور، ناانصافی وعہد شکنی کو ختم کرنے کے لئے اور شرافت وانسانیت کی بقاء کے لئے نہیں لڑی گئیں بلکہ اس لئے لڑی گئیں کہ نوآبادیاتی انتظام دوسروں کے ہاتھوں میں نہ ہو کر ان کے اپنے ہاتھوں میں ہو۔ آج بھی برطانیہ اور جرمنی کی طرح، امریکہ اور روس دونوں

Marfat.com

کی یہی کوششیں ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو ان کی سرپرستی میں ہو۔

ظلم و جور کے بارے میں سرمایہ داری کا دعویٰ ہے کہ وہ اشتراکی بنیادوں اور پھیلاؤ کو روکنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہی ہے اور پرولتاری آمریت یہ کہتی ہے کہ وہ رجعت پسندی اور سرمایہ داری کو کچلنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ کیا یہ سب کچھ کمزور اور ترقی پذیر ممالک کی سرحدوں پر ہی ممکن ہے؟ خود اپنی سرحدوں پر دست درازیاں کیوں نہیں ہوتے؟ دراصل یہ ہتھیاروں کے تاجر کمزور اور ترقی پذیر ممالک پر چھوٹی چھوٹی جنگیں اس لئے مسلط کرتے رہتے ہیں تاکہ سرمایہ ان کی طرف منتقل ہوتا رہے اور کمزور برابر کمزور بنے رہیں۔ یہ اور ان کے چیلے چاپڑے صرف ایک نظام زندگی پر ایمان رکھتے ہیں کہ انسان کو پائمال کر کے ان کی لاشوں پر عاد و ثمود کی طرح اپنے عیش و عشرت کے محل بنائیں۔ انھیں کے بتلائے ہوئے راستوں پر آج قومیں، ذاتیں، برادریاں، حکومتیں اور پارٹیاں چل رہی ہیں ان سب کی کوششیں یہی ہیں کہ ہم اور ہمارے ساتھی موج کریں۔ ایک طرف مزدوروں کے آقاؤں کے شہر ماسکو اور لینن گراڈ کو دیکھئے تو دوسری طرف سرمایہ دار ممالک کے آقا امریکہ کے شہر نیویارک، واشنگٹن اور شکاگو وغیرہ کو دیکھئے۔ ان شہروں کی ہوائی جہاز سے لی گئی تصویر دیکھنے سے ایسا لگتا ہے جیسے یہ شہر نہ ہوں عمارتوں کے باغات ہوں۔ ایک سے ایک بلند و بالا عمارتیں سر اٹھائے آسمان سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ نیویارک کی امپائر اسٹیٹ بلڈنگ ۱۰۲ منزلہ ہے۔ اور شکاگو کی سیرس ٹاور ۱۰۲ منزلہ ہے۔ اس عمارت کی بلندی ۱۳۵۴ فٹ ہے جو امپائر اسٹیٹ بلڈنگ سے ۱۵۴ فٹ سے زیادہ ہے۔ یہ تو امریکہ اور روس کی بات ہے آپ کسی بھی ملک کے کسی بھی شہر میں چلے جائیے آج ہر ملک اور ہر شہر عاد و ثمود کی یادگار بنا ہوا ہے۔

قوموں کی اجل

قدیم قوموں کے تمدن و معاشرت اور ان کی تباہی و بربادی کا مطالعہ قرآن و تاریخ کی روشنی میں کرنے کے بعد ہم نے نام نہاد دورِ نو کی بھی تمدنی و معاشرتی کیفیت کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو کچھ قدیم زمانوں میں تھا وہی آج بھی ہے۔ یعنی نیکی بھی وہی ہے اور بدی بھی وہی بلکہ آج علمی ترقی اور نئے نئے انکشافات نے بدی کے اور بھی نئے نئے مواقع فراہم کر دیئے ہیں اور انسان انھیں

Marfat.com

برائیوں کو نئے نئے طریقوں سے انجام دے رہا ہے (مثال کے طور پر عیسوی سے دو ڈھائی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا۔" میرا رب موت اور زندگی کا مالک ہے۔ وہی لوگوں کو پیدا کرتا ہے اور وہی لوگوں کو مارتا ہے۔" نمرود نے دو نے موت کی سزا پائے ہوئے ملزموں کو طلب کر کے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا اور کہا۔" میں بھی موت اور زندگی کا مالک ہوں" آج کا انسان (TEST TUBE) میں بچہ پیدا کر رہا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ آئندہ فرمائش پر جیسے انسانوں کی ضرورت ہوگی پیدا کئے جائیں گے۔ گذشتہ زمانہ کے فراعنہ و نمرود کو جو نہ سوجھی تھی وہ آج کے فراعنہ و نمرود کر رہے ہیں۔ انسان جو خالق نہیں مخلوق ہے، جب اس کی فطرت آج بھی وہی ہے جو قدیم زمانوں میں تھی تو پھر خالقِ حقیقی کی سنت کیسے تبدیل ہو سکتی ہے ؟

قرآن کا دعویٰ ہے :

أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ (الاحزاب ۶۱-۶۲)

" جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آرہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔" (تفہیم القرآن)

افراد کی طرح قومیں اور جماعتیں بھی اپنے اعمال کے ذریعہ ان کے نتائج تک پہنچتی رہتی ہیں اگر اعمال برے ہوتے ہیں تو تباہی و ہلاکت کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتی ہیں۔ اللہ کے قانونِ جزا نے ہلاکت و تباہی کے لئے جتنی مقدار فسادِ عمل کی ٹھہرادی ہوتی ہے، جب وہ مُہیا ہو جاتی ہے تو نتیجہ کا ظہور ہونا شروع ہو جاتا ہے عمل اور نتیجہ دو ایسی لازم و ملزوم حقیقتیں ہیں جو کسی حال میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں۔ نتیجہ عمل کا سایہ ہے، جہاں عمل آیا سایہ بھی ساتھ آگیا جہاں نیک عمل کی طرف رُخ ہوا اچھے نتائج بھی منہ تکنے لگے۔ قرآنِ حکیم نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۸) میں اس حقیقت کو صرف دو لفظوں میں بیان فرمادیا ہے وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا اللہ تعالیٰ ہر قوم کو دنیا میں عمل کے مواقع فراہم کرتا ہے اور جب تک قوموں کے اعمال میں خیر کا تناسب شر کے مقابلہ میں زیادہ رہتا ہے انھیں ہدایت کے ذریعہ سنبھلنے کا موقع فراہم کرتا رہتا ہے

Marfat.com

ہے لیکن جب شر بڑھ جاتا ہے تو مزید موقع دیئے بغیر فنا کر دیتا ہے۔ قرآن اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ○ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(۷:۳۴۔۳۵)

("ہر قوم کے لئے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی (اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق میں ہی صاف صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدم یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویّے میں اصلاح کرے گا اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔")

(آج تمام دنیا گذشتہ اقوام کی برائیوں کو بیک وقت اپنائے ہوئے مادی ترقی کی بلند و بالا چوٹی پر پہنچ چکی ہے اور وہاں شیطانی رقص میں مشغول ہے۔ شراب کے دور چل رہے ہیں، محرم و نامحرم کا امتیاز مٹ چکا ہے۔ ماں بیٹے، بھائی بہن اور باپ بیٹی کے تعلقات عام ہو رہے ہیں۔ ہر شے بدل چکی ہے رات کی سیاہی اور خاموشی کو روشنی اور شور و غل نے نگل لیا ہے لیکن یہ روشنی اور شور و غل اس بلند چوٹی کے آتش فشاں کا ہے جو کسی بھی وقت پھٹنے کے لئے تیار ہے۔ قدرتی آفات پر قابو پانے والا انسان آج خود اپنی نفسانی خواہشات کا شکار ہے۔ قدیم زمانہ میں قومیں، بستیوں اور آبادیوں سے دور، جنگ کے میدانوں میں اپنی قسمت کا فیصلہ کرتی تھیں۔ آج تمام آبادیاں جنگ کا میدان بنی ہوئی ہیں اور آج جو جنگ ہوگی وہ انسانوں سے انسانوں کی نہ ہوگی بلکہ ٹیکنالوجی کی ٹیکنالوجی سے جنگ ہوگی کیونکہ روایتی ہتھیاروں کے چلانے کی طاقت عیاش اور نفس پرست قوموں میں نہیں رہتی) اس کی مثال گذشتہ ادوار میں جگہ جگہ موجود ہے۔ ابھی کچھ دن پیشتر امریکی فوجوں کی پسپائی کا منظر ہم ویت نام کی سرزمین میں دیکھ چکے ہیں اور خود روسی افواج کو افغانستان میں کس قدر ہزیمت اٹھانی پڑ رہی ہے اور ہم روزانہ اس کی خبریں اخبارات

Marfat.com

اور ریڈیو کے ذریعہ سن رہے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم میں فرانس جیسی عظیم طاقت جرمنی کے سامنے صرف اس وجہ سے نہ ٹک سکی کہ عیش پرست تھی۔ وہ انھیں اپنے قومی وقار کی جگہ پیرس کے کلبوں اور عیش گاہوں کی زیادہ فکر تھی۔ جب انسان خدا سے اپنا رشتہ توڑ کر نفس سے جوڑ لیتا ہے تو وہ طویل عمر چاہتا ہے اس کی یہ خواہش جان کی قربانی دینے میں مانع ہوتی ہے۔ دوسرے وہ اپنے مستقبل کی ضروریات سے بے فکر ہونا چاہتا ہے اس کے لئے بڑی تیزی سے دوسروں کے حقوق پامال کرتا رہے۔ یہی حال قوموں کا ہے اور جب قومی سطح پر ایسی فطرت پیدا ہو جاتی ہے تو قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ دورِ نو کے مشہور انگریز فلسفی برٹرینڈ رسل نے کہا ہے۔ "سفید فام انسان کا دورِ اقتدار بیت چکا ہے۔ کیوں نہ ہو اس کی قیادت و سیادت کا ابد تک قائم رہنا کوئی قانونِ فطرت تو نہیں تھا، مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ سفید فام آدمی کو قدرت نے گذشتہ چار صدیوں میں جو زریں مواقع فراہم کئے تھے، اب دوبارہ اسے کبھی میسر نہ آئیں گے۔"

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۶-۲۷)

"اور گمراہی میں وہ انھیں کو مبتلا کرتا ہے، جو فاسق ہیں، اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اللہ نے جس کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔" (تفہیم القرآن)

یورپ اور اسلامی دنیا

مسٹر گلیڈ اسٹون جو ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں برطانیہ کے وزیر اعظم تھے، نے ایک دن دارالعوام میں قرآنِ حکیم کا نسخہ ہاتھ میں لے کر کہا تھا "جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ کتاب موجود ہے انھیں کوئی طاقت زیر نہیں کر سکتی۔" فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے عکّہ فتح کرنے کے بعد جب جرمن نژاد ہرمن جو صلیبی انٹیلیجنس کا سربراہ تھا گرفتار کر کے لایا گیا تو اس نے کہا تھا "محترم سلطان! یہ جنگ جو ہم لڑ رہے، ہماری اور آپ کی جنگ نہیں یہ کلیسا اور کعبہ کی جنگ ہے جو ہمارے مرنے کے بعد بھی

Marfat.com

جاری رہے گی۔ ہم میدانِ جنگ میں نہیں لڑیں گے، ہم کوئی ملک فتح نہیں کریں گے، ہم کسی قلعہ کا محاصرہ نہیں کریں گے، ہم مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا محاصرہ کریں گے۔ ہماری لڑکیاں، ہماری دولت اور ہماری تہذیب کی کشش جسے آپ بے حیائی کہتے ہیں، اسلام کی دیواروں میں شگاف ڈالیں گی، پھر مسلمان اپنی تہذیب سے نفرت اور یورپ کے طور طریقوں سے محبت کریں گے"۔ نارمن جیسے مذہبی جنونیوں کی سازش سے قرآنِ حکیم نے چودہ سو برس پہلے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ (آل عمران ۱۱۸)

"مسلمانو! ایسا نہ کرو کہ اپنے آدمیوں کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ہمراز اور معتمد بناؤ۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ تمہارے خلاف فتنہ انگیزی میں کمی کرنے والے نہیں، جس بات سے تمہیں نقصان پہنچے وہ انھیں اچھی لگتی ہے۔ ان کی دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہے لیکن جو کچھ دلوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو ہم نے نشانیاں تم پر واضح کر دیں۔ دیکھو! تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم ان سے دوستی رکھتے ہو لیکن ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمہیں دوست نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔"

علامہ ابنِ کثیر نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو کافروں اور منافقوں کی دوستی اور تعلق سے روکتا ہے کہ یہ تمہارے دشمن ہیں۔ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں بہک نہ جانا ورنہ موقع پا کر یہ تمہیں سخت ضرر پہنچائیں گے اور اپنی باطنی عداوت نکالیں گے۔ تم انھیں اپنا رازدار ہرگز نہ سمجھنا، راز کی باتیں ان کے کانوں تک ہرگز نہ پہنچانا"۔ اس آیتِ کریمہ پر خلفائے راشدین نے کس قدر عمل کیا اس کا اندازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے لگائیے۔ ایک بار آپ سے کہا گیا: "یہاں پر حیرہ کا ایک شخص بڑا اچھا لکھنے والا اور بہت اچھا حافظہ والا ہے، آپ اسے اپنا منشی مقرر کر لیں۔ آپ نے فرمایا: "پھر تو میں غیر مومن کو اپنا بطانہ بنا لوں گا جو خدا نے منع کیا ہے۔"

حدیث شریف میں ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں: "مشرکوں کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو اور اپنی انگوٹھی میں عربی نقش نہ کرو۔" سورۂ نساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ (۱۴۴)

"اے ایمان لانے والو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست ومددگار نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کا صریح الزام اپنے اوپر لے لو؟" (تفہیم القرآن)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے۔ "ایسی عبادتوں میں جہاں کہیں "سلطان" کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد "حجت" ہے۔ یعنی اگر تم نے مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کئے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تمہیں سزا دے۔"

درحقیقت اپنی قوم کو چھوڑ کر قوم کے دشمنوں کو وہی لوگ اپنا دوست ومددگار بناتے ہیں جو منافق ہیں۔ کیونکہ وہ قوم کی مصلحتوں پر اپنی مصلحت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی چیز ہے جو عملی زندگی میں مذہب کے اثر کو زائل کرتی ہے۔ عقیدہ کچھ ہوتا ہے اور عمل کچھ، قرونِ اولیٰ کے بعد اسلامی دنیا کی بدقسمتی اور غیر اسلامی دنیا کی خوش قسمتی کہ ایسے مہرے انھیں ہر دور میں ملتے رہے اور صنعتی انقلاب نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ سامراجیوں کے مشینی دیو نے تمام دنیا کو ہڑپ کرلیا، تمام اسلامی ممالک ایک ایک کرکے یورپ کے جبر واستبداد کی چکی میں پسنے لگے اور یورپ نے اپنے مقبوضہ اسلامی ممالک میں اپنے دیرینہ خواب کو پورا کرنے کے لئے تعلیم کی ایسی پالیسی اپنائی جس کی بنیاد مسلم کشی اور اسلام دشمنی پر تھی۔

اسلامی تعلیم اور یورپی تعلیم

اسلامی تعلیم کا مقصد عوام کو عزتِ نفس، آزادی ودلیری، حق گوئی وبے باکی، شجاعت وشرافت انصاف ودیانت، محنت ومشقت، صبر وتحمل، خودداری وبردباری اور قومی وقار جیسے جذبوں سے سرشار کرنا تھا لیکن یورپی نصابِ تعلیم میں ان سب کا فقدان ہے۔ علم حاصل کرلینے کے بعد مسلمان سرکار کی غلامی ہی زندگی کا نصب العین سمجھنے لگا۔ قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے مسلمان

Marfat.com

جابر اور ظالم، خلفاء و سلاطین کے سامنے حق بات کہنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی عادت تھی کہ خطبہ میں حضرت عمرؓ کا نام لے کر ان کے حق میں دعا کرتے تھے حضرت خبتہ بن محفن نے عین خطبے کے دوران کھڑے ہو کر کہا تھا کہ تم حضرت ابو بکرؓ کا نام کیوں نہیں لیتے؟ کیا عمرؓ، ابو بکرؓ سے افضل ہیں؟ ابو موسیٰ اشعری نے واقعہ عمرؓ کو لکھ کر بھیجا۔ حضرت خبتہ مدینے میں طلب کئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ "ابو موسیٰ اشعری سے تمہارا کیا معاملہ تھا؟" انھوں نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہا "واللہ تم برسر حق ہو" پھر کہا "مجھ سے خطا ہوئی معاف کرو۔"

حجاج بن یوسف نے حطیط زیارت کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ حطیط نے کہا تو خدا کا دشمن ہے۔ حجاج نے پوچھا اور امیر المومنین عبدالملک بن مروان؟ حطیط نے کہا "اصل تو وہی ہے تو تو اس کی فرع ہے۔" حجاج نے اس پر نہایت بے دردی اور بے رحمی سے طرح طرح کے عذاب دے کر ان کو قتل کرا دیا لیکن انھوں نے اُف تک نہ کی۔ ابو الحسن نوریؒ ایک بار دریا میں سفر کر رہے تھے، کشتی میں بہت سے مٹکے رکھے ہوئے دیکھے۔ ملاح سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ ملاح نے کہا ان میں شراب ہے اور خلیفہ معتضد باللہ نے منگوائی ہے۔ ابو الحسن نوریؒ نے ایک لکڑی لے کر ایک ایک مٹکے کو توڑنا شروع کر دیا، تمام حاضرین تھرا گئے کہ دیکھئے کیا غضب ہونے والا ہے۔ معتضد کو خبر ہوئی تو ابو الحسن نوریؒ کو پکڑ بلوایا۔ معتضد ایک ہاتھ میں گرز لئے بیٹھا تھا ان کو دیکھا تو پوچھا۔ "تو کون ہے؟" انھوں نے جواب دیا، "محتسب" معتضد نے پوچھا: تجھے محتسب کس نے مقرر کیا؟ انھوں نے کہا "جس نے تجھے خلیفہ مقرر کیا۔"

یہ اور اس طرح کے ہزارہا واقعات سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے۔ یہ ہے اسلامی تعلیم کا جوہر، یہ ہے تزکیۂ نفس، یہ ہے فکری آزادی اور یہ ہے انسانیت کی معراج! یورپ کی مادی تعلیم میں یہ سب کہاں؟ یورپ نے مقبوضہ اسلامی ممالک میں اپنے نصاب تعلیم کے ذریعہ ایک طرف مسلمانوں کی زبان، تہذیب اور ثقافت کو ختم کیا، دوسری طرف یورپ کی مادی ترقی نے مسلمانوں کی نظروں کو چکا چوند کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کی تہذیب پر یورپی تہذیب کا غلبہ ہوگیا۔

قرآن کی تقسیم

ایک طرف مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت سے محروم کئے گئے دوسری طرف یورپی آقاؤں

Marfat.com

کے ہی اشاروں پر وظیفہ خواروں کے ذریعہ ایسے مدرسے قائم کئے گئے جنھوں نے مسٹر گلیڈاسٹون کے خواب کو پورا کر دیا۔ قرآن دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ایک حصہ یورپ نے لے لیا اور دوسرا حصہ مسلمانوں نے۔ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جسے جزدان میں بند کر کے رکھنا چاہیئے اور اسے جب بھی نکالا و پڑھا جائے ثواب کے لئے کیونکہ اس سے آخرت سنورتی ہے۔ قرآن وظائف و تصوف، کشف و کرامات، دعا تعویذ اور جھاڑ پھونک کی آیتوں کا مجموعہ بن گیا۔ مسلمان قرآن کے اس حصہ کو سینے سے لگا کر مسجدوں میں قید ہو گئے اور قرآن کا وہ حصہ جس میں ہمہ گیر وحدت، عادلانہ نظامِ معیشت متوازن معاشرتی نظام، دیوانی فوجداری اور بین الاقوامی ضابطہ ہائے قانون، معتدل فلسفۂ حیات، آزاد عدالتی نظام، تسخیرِ کائنات اور علم کائنات وغیرہ تھا، یورپ نے لے لیا۔ یہی وہ اصل قرآن ہے جس کے عامل ہو کر مسلمانوں نے تمام دنیا کی امامت کی۔ یہ مسلمان جہاں بھی گئے عدل و انصاف قائم کیا۔ اس قرآن کو کھو کر ہم نے امامت و خلافت بھی کھو دی۔ اسلام اللہ کا سفینہ ہے جو شیطان کے طوفان کا مقابلہ کرتا ہوا اس کے سینے پر ازل سے چل رہا ہے اور ابد تک چلتا رہے گا۔ جو قومیں اس سفینے کو آگے بڑھانے کی سکت نہیں رکھتیں وہ پھینک دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ اُن قوموں کو مل جاتی ہے جو دارالاسباب کے نکات کو سمجھتی ہیں، زندہ رہنے کے لئے جد و جہد کرتی ہیں اور ہمہ وقت قربانی دینے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ انھیں کے لئے قرآنِ حکیم میں وعید ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۚ

(حٰم ۵۳)

"عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے کہ قرآن واقعی برحق ہے۔"

قرآن اور یورپ

یورپ آج اجرامِ سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کرۂ ارض کے نشو و نما کے نظریئے قائم کر کے بغلیں بجا رہا ہے، لیکن اس حقیقت کو قرآنِ حکیم نے چودہ سو برس پہلے آشکار کر دیا تھا:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا

Marfat.com

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ، (انبیاء ۲۵)

"کیا وہ لوگ جنھوں نے انکار کردیا غور نہیں کرتے کہ یہ سب زمین و آسمان باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کردیا اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی"

اس آیتِ کریمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ زمین و آسمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور جس مادّے کی شکل میں تھے اسے قرآن نے "دخان" کہا ہے "ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ" دخان کے معنی دھویں کے ہیں یا ایسی بھاپ جو اوپر چڑھی ہوئی ہو اور جب یہ مادہ دخانیہ الگ الگ ہوا تو اجرام سماویہ کی پیدائش ہوئی اور پھر پانی سے زندگی کی ابتدا ہوئی۔ کائنات نے یہ منازل بیک وقت طے نہیں کئے اور نہ ہی اپنے آپ کئے بلکہ اللہ نے تخلیق کے مختلف ادوار سے گزار کر اپنے خلیفہ کے لئے درست فرمایا۔ یہ ادوار چھ تھے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (یونس ۲)

"تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو چھ ایام (یعنی چھ معین زمانوں) میں پیدا کئے۔ (ترجمان القرآن)

انھیں تمام تخلیقی طریقوں پر فکر کرنے، مادّی وسائل کو تلاش کر روحانیت کو فروغ دینے اور خدا کی عظمت کا اعتراف کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (عنکبوت ۲۰)

"ان سے کہو زمین میں چلو پھرو اور دیکھو اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی پھر اللہ بار دگر بھی زندگی بخشے گا اللہ ہر چیز پر قادر ہے"

یہی وہ دعوت ہے جسے ہمارے حکماء نے لبیک کہتے ہوئے غور و فکر کے ذریعہ خدا کی عظمت کا اعتراف کیا۔ مولانا رومؒ نے مسئلہ کشش، تجاذبِ اجسام اور تجاذبِ ذرّات کا خیال اسی بنیاد پر پیش کیا۔ قاضی سجاد حسین صاحب دفتر اوّل کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"تجاذبِ اجسام کے مطابق کائنات کے تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ

Marfat.com

نظریہ اسی کے نام سے منسوب ہوگیا جب کہ مولانا بحرالعلوم نے سیکڑوں برس پہلے یہ نظریہ بیان فرمادیا تھا۔"

جملہ اجزائے جہاں زاں حکم پیش جفت جفت و عاشقانِ جفتِ خویش

ترجمہ:۔ دنیا کے تمام اجزار جوڑ جوڑ ہیں۔ ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔

آسماں گوید زمیں را مرحبا با توام چوں آہن و آہن ربا

ترجمہ:۔ آسمان زمین کو خوش آمدید کہتا ہے کہ تیری میری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما از جہاتِ شش بماند اندر ہوا

ترجمہ:۔ اس حکیم نے اس سے کہا کہ آسمان کی وجہ کشش جہات کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہے۔

چوں زِ مقناطیس قبہ ریختہ درمیاں ماند آہنے آویختہ

ترجمہ:۔ جس طرح مقناطیس کا گنبد ہو اور اس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو۔

مولانا آگے فرماتے ہیں۔" اب یہ بات مسلمات میں ہوچکی ہے کہ اجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور ان ذرات میں باہمی کشش ہے اور یہ کشش یکساں نہیں۔ بعض اجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسے لوہا اور لکڑی۔ اس مسئلے کو سیکڑوں سال قبل مولانا نے یوں بیان فرمایا۔

میل ہر جزئی بہ جزئی می نہد زاتحادِ ہر دُو تولیدِ جہد

ترجمہ:۔ ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے۔ دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوتی ہے۔

" ان اشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ فرمادیا ہے کہ نباتات کے جو اجزار ہیں وہ جمادی ہیں لیکن چوں کہ ان میں اور نباتی اجزار میں کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اجزار نباتیت اختیار کرلیتے ہیں اس طرح نباتی اجزار حیوانی اجزار بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالم میں مرکبات کا فقدان ہو جائے۔"

یہ اور اس طرح کے بہت سے راز ہائے قدرت ہمارے حکمار و فلسفیوں نے حل کئے اور یورپ انھیں اپناتا چلا گیا۔ انسانی ارتقائی تغیرات کا فلسفہ جو یورپ میں کافی مقبول ہے اور چارلس ڈارون کی عظیم کھوج تسلیم کیا جارہا ہے، اس فلسفہ کو ہمارے مولانا بحرالعلوم نے ہی سب سے پہلے پیش کیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ مولانا کا فلسفۂ ارتقار قرآن اور اللہ کی ہدایت کے مطابق ہوتے ہوئے

Marfat.com

خالص اسلامی ہے اور چارلس ڈارون نے اللہ سے رشتہ منقطع کر کے مولانا سے استفادہ کر کے اُسے شیطانی بنا دیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

توازاں روزے کہ درہست آمدی — آتشی یا خاک یا بادے بدی
گر بداں حالت ترا بودے بقا — کے رسیدے مر ترا ایں ارتقار
از مبدّل ہستی اوّل نماند — ہستئ دیگر بجائے او نشاند
ہم چنیں تا صد ہزاراں ہستہا — بعد یکِ دیگر، دوم بہ زِ ابتدا

ترجمہ:۔ مولانا فرماتے ہیں انسان عدم سے وجود میں آیا اور برابر ترقی کرتا آگے بڑھتا رہا اور اب بھی اس کی ترقیوں کی انتہا نہیں ہے۔ سب سے پہلے عنصری صورت میں وجود میں آیا یعنی آگ، خاک اور باد کی شکل میں رہا اور پھر اس عنصری صورت سے ترقی کر کے آگے کی صورتیں اختیار کیں اور ہر اگلی صورت پہلی صورت سے افضل اور برتر ہوئی۔

آمدہ اوّل با اقلیم جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناوُرد از نبرد
وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد — نامدش حال نباتی ہیچ یاد

مولانا فرماتے ہیں کہ عنصری صورت کے بعد انسان نے ترکیب میں قدم رکھا اور جمادات کی صورت میں تبدیل ہو کر نباتات کی غذا بنا اور نباتات میں تبدیل ہوا۔ نباتات حیوانات میں تبدیل ہوئے۔

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مردم بحیواں سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم! کے ز مردن کم شدم

رحم مادر میں نباتات کی طرح تخم نے جڑ پکڑی اور جس طرح نباتات کی نشوونما ہوتی ہے نطفہ کی نشوونما شروع ہوئی، حس و حرکت پیدا ہوئی اور حیوان کی شکل اختیار کی پھر انسانی صورت میں پیدا ہوا۔

چارلس ڈارون کے جانور کی ترقی یہاں سے ختم ہو جاتی ہے لیکن ہمارے مولانا بحرالعلوم کا انسان اسی طرح آگے بھی ترقی کر رہا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

جملۂ دیگر بمیرم از بشر تا برآرم از ملائک بال و پر

مولانا فرماتے ہیں کہ بشری زندگی کی موت اسی طرح ہے جس طرح گذشتہ وجود کی موتیں ہوئیں یہ موتیں دراصل اس کی ترقی کی منزلیں ہیں۔ اس موت سے بھی مادی جسم سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور ملکوتی دنیا میں اس کی ترقی شروع ہوجاتی ہے یہاں کی زندگی بالکل نئے قسم کی ہے۔

وز ملک ہم بایدم جستن ز جو کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

باز دیگر از ملک قربان شوم آنچہ اندر وہم ناید آں شدم

مولانا فرماتے ہیں: موت کے بعد انسان ملکوتی دنیا میں قدم رکھتا ہے وہاں بھی ارتقائی منزل چلتی رہتی ہے کیونکہ ذاتِ باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے لیکن اس کے بعد کی صورتیں ناقابلِ تصور ہیں اپنی اس منزل پر ہم اس زندگی کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔

بعض لوگ مولانا کی اس فکر کو جو شاعرانہ انداز میں بیان فرمایا ہے "عقیدۂ تناسخ" سے جوڑ دیتے ہیں اور مولانا جیسے عظیم مفکر کو غلط نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولانا بحرالعلوم کا یہ فلسفۂ ارتقار انسانی قرآن کی مندرجہ آیات کی تفسیر ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (۸۴: ۱۶ تا ۱۹)

"پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے اور چاند کی جب کہ وہ ماہِ کامل ہوجاتا ہے، تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گذرتے چلے جانا ہے۔"

میرا مقصد یہاں فلسفۂ ارتقار پر بحث کرنا نہیں ہے میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے اور قرآن پر غور و فکر کرنے والے علمار اور مفکرین نے یورپ کو کیا دیا؟ امام غزالیؒ کی معرکہ آرار تصنیفات جو عقلیات پر ہیں یا جن پر اجتہاد اور آزادئ فکر و رائے سے کام لیا گیا ہے، جیسے مقاصد الفلاسفہ اَلْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَال (اس میں امام صاحب نے نبوت کی حقیقت بیان کی ہے) اور میزان العمل وغیرہ اسلامی دنیا میں نایاب ہیں لیکن یورپ نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کو پڑھا، ترجمہ کئے، حواشی لکھے اور سیر حاصل تبصرہ کیا۔ احیار العلوم کو ہمارے وظیفہ خوار علمار نے جلانے کا فتویٰ دیا اور ہسپانیہ میں

Marfat.com

جلائی بھی گئی (اور ہسپانیہ کا زوال ہوا) لیکن کتب خانہ برن (BERNE) میں اصل اور عمدہ نسخہ آج بھی محفوظ ہے۔ ہاں امام موصوف کی وہ کتب جو فقہ، تصوف اور اخلاق سے متعلق ہیں، اسلامی ممالک کی نگاہ میں قدر سے دیکھی گئیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے الغزالی میں ان تمام کتب کی فہرست شائع کی ہے جن کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانوں میں کیا گیا۔ آج بھی اسلامی دنیا میں مسلم حکما، فلاسفہ، مفکرین اور مجتہدین پر نام نہاد مذہبی علماء و فقہا کی یلغار برابر جاری ہے۔

یورپ کی بدقسمتی

یورپ آج جس سائنس پر فخر کر رہا ہے وہ کس کی دین ہے وہ ہمارے مفکرین کی دین ہے۔ وہ دین اس قرآن کی ہے جسے ہم نے گنوا دیا۔ قرآنِ ممات و آخرت ہمارے حصے میں رہ گیا اور قرآنِ حیات و فطرت یورپ نے لے لیا۔ یورپ نے پورا قرآن ہم سے لیا ہوتا۔ لیکن ایک طرف یورپی سائنسدانوں پر کلیسا کے مظالم نے انھیں کلیسا سے بدظن کیا، دوسری طرف کلیسا کے ذریعہ اسلام کے خلاف پھیلائی ہوئی بدگمانی نے اور حروبِ صلیبیہ نے اسلام سے بھی متنفر کر دیا۔ جس خدا کے کلام سے فیضیاب ہو کر رسولِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے یورپ کو علم و عمل سے آشنا کیا، افسوس یورپ نے اُسی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ نہ جوڑا اور اپنی ساری ترقی کی بنیاد کے تانے بانے یونانی فلسفہ سے ملا دیا جس میں مادہ اور محسوسات کو ہی اوّلیت و اہمیت ہے۔ جو چیز محسوس نہ کی جاسکے اس کا کوئی وجود نہیں، لہٰذا روح کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس لئے وجودِ اعلیٰ کے بھی منکر ہو گئے (فرائڈ نے کہا۔ "انسانی تہذیب تین نفسیاتی ادوار سے گزرتی ہے، دورِ وحشت، دورِ مذہب اور دورِ سائنس۔ اب سائنس کا دور ہے لہٰذا مذہب کی باتوں میں اب کوئی معنویت نہیں، وہ فرسودہ ہو چکا ہے اور اپنی تمام قدر و قیمت کھو چکا ہے۔"

(مذہب سے رشتہ توڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج پوری انسانی زندگی انتشار و خلفشار کا شکار ہو کر ماہئ بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے۔ اس کی نظیر اس نام نہاد ترقی کے مقابلے میں پس ماندہ زندگی کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ مادہ پرستی نے انسان کو حرص و ہوس، خواہشاتِ نفس اور نفرت و عناد کے تیز و تند جذبات کا مرقع بنا دیا ہے۔ اس دائمی اضطراب و پریشانی میں کوئی اعلیٰ ہستی یورپ میں

Marfat.com

نہیں جس کے سائے میں اہلِ یورپ پناہ لے سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے مفکرین اب اس بیماری کا حل سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ماہرِ فلکیات (JANES JEANS) جو ایک ملحد تھا کہنے پر مجبور ہوا کہ۔ "مذہب انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے کیونکہ خدا پر ایمان لائے بغیر سائنس کے بنیادی مسائل حل ہی نہیں کئے جا سکتے" ماہرِ عمرانیات (JEANS BRIDGE) نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ۔ "مذہب اور روحانیت کے امتزاج سے عقیدہ و عمل کے ایک متوازن نظام کی تشکیل پر اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں"

اسلام دینِ فطرت

(JEANS BRIDGE) نے کوئی نئی بات نہیں کہی ہے، قرآن کا خود یہی دعویٰ ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم ۲۵)

"پس (اے نبیؐ، اور نبیؐ کے پیرو) یکسو ہو کر اپنا رُخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

دنیا میں جس قدر مذاہب اور فلسفے ہیں، صرف اپنے ماننے والوں کے لئے ہی مواقع فراہم کرتے ہیں جب کہ اسلام ایسا نظام پیش کرتا ہے جس میں ہر مکتبۂ فکر اور ہر مسلک کے پیروؤں کے لئے زندہ رہنے ترقی کرنے اور اپنے فلسفہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پورا پورا حق محفوظ ہے۔ یہ دین اسی خالقِ حقیقی کا بنایا ہوا ہے جس نے انسان کو تمام فطرتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے جبکہ دیگر مذاہب و فلسفے انسانی طبیعت میں پوشیدہ بنیادی ضروریاتِ حیات کو پورا نہیں کرتے۔ وہ انسان کے اندر موجود زندہ قوتوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے ہیں۔ تمام انسانی خواہشات کے معتدلانہ تسکین کا راستہ کسی کے پاس نہیں۔ اس کے برعکس اسلام جب روحانی پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کے یہ معنیٰ نہیں

Marfat.com

کہ حیوانی جذبات کا قلع قمع کر دیا جائے۔ وہ صرف یہ بتاتا ہے کہ نفس کے ہاتھوں میں انسان کی قیادت نہ رہے بلکہ انسان کے ہاتھوں میں نفس کی قیادت رہے۔ اسلام نہ تو فطری خواہشات کا پلڑا جھکانا چاہتا ہے اور نہ ہی روحانیت کا بلکہ دونوں میں صلح قائم کر کے انسان کو انسانِ کامل بنانا چاہتا ہے تاکہ انسان اندرونی کشمکش سے محفوظ رہے۔ مادیت اور روحانیت کے حسین امتزاج کے لئے قرآن کی تعلیم سنیئے۔

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(۷:۳۱، ۳۲، ۳۳)

"اے اولادِ آدم! عبادت کے ہر موقع پر اپنی زینت اختیار کرو۔ یعنی بدن کی زیب و زینت سے آراستہ رہا کرو۔ نیز کھاؤ پیو مگر حد سے نہ گذر جاؤ۔ خدا انھیں پسند نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو " خدا کی زینتیں جو اس نے بندوں کے برتنے کے لئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ تم کہو۔ "یہ نعمتیں تو اسی لئے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن خالص انھیں کے لئے ہوں گی۔" اس طرح ہم ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں جو جانتے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو۔ " میرے پروردگار نے جو کچھ حرام ٹھہرایا ہے وہ یہ ہے کہ بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے چاہے وہ ظاہر ہوں چاہے پوشیدہ اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے اور اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ انھیں شریک بناؤ جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی اور اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم تک نہیں۔"

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ

Marfat.com

الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ (النحل ۷۲)

"اللہ نے تمہارے لئے، تمہارے جنس کی بیویاں بنائی ہیں، اور تمہاری ان بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ہیں اور عمدہ عمدہ چیزوں کی روزی مہیا کی ہے تو کیا یہ لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں!"

اللہ اور اللہ کے کلام کے مثالی کردار محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مضامین ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ۔

"اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی بخشی ہوئی نعمت کے اثرات ظاہر اور نمایاں رہیں"۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔

"حلال روزی کمانا فرض نمازوں کے بعد فرض ہے"۔ (مشکوٰۃ کتاب الکسب)

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (مشکوٰۃ)

"سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا"۔

اَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (بخاری)

"میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جس کسی نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرا نہیں"۔

اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ۔ (بخاری کتاب الصوم)

"یقیناً تمہارے رب کے تمہارے اوپر حقوق ہیں، تمہارے اپنے نفس کے تمہارے اوپر حقوق ہیں، تمہارے اہل و عیال کے تم پر حقوق ہیں، پس ہر حق دار کے حق ادا کرو"۔

تاریخ شاہد ہے کہ انسان کے اندر موجود روحانی اور حیوانی خواہشات کو ملا کر اللہ کے

Marfat.com

مردِ کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وحدت بنا دیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عظیم انسانوں کی ایک ایسی جماعت ابھری جس کے سائے سے بھی ظلم و جور، شر و فساد، فتنہ و انتشار، خود سری و خود پرستی کے تصورات تک فنا ہوئے تھے۔ کیا صدیق اکبرؓ جیسا جانباز ساتھی تاریخ پیش کر سکتی ہے؟ کیا فاروق اعظمؓ کی قوت و جبروت، خود اعتمادی و خدا پرستی اور فقیری و درویشی کی کوئی مثال تاریخ کے کے اوراق میں موجود ہے؟ کیا حیدرِ کرار کے زورِ بازو اور شانِ قلندری کا نمونہ کسی قوم کے پاس ہے؟ کیا حضرت ابو عبیدہؓ اور خالدؓ جیسے ناقابلِ شکست جنرل کسی بھی فوج کے پاس ہوتے ہیں؟ نہیں، اور کبھی نہیں! اگر ہیں تو صرف قصہ کہانیوں میں جب کہ اسلامی تاریخ ایسے انسانوں سے بھری پڑی ہے۔ اسلام نے انسان کی تمام صلاحیتوں کو ایک وحدت میں پرو کر ہر دور میں ایسے انسان پیدا کئے جنھوں نے تاریخ کے دھاروں کو موڑا۔ یہ نام نہاد مسلمان نہیں تھے، یہ وہ مسلمان تھے جنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنے لئے نمونہ بنایا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے عملی محبت و عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ ان مسلمانوں کی قوتوں کا منبع قرآنی آیات تھیں۔ دیگر فلسفوں کی طرف انھوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انھیں مسلمانوں کی شان میں شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی — ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد سے عیار اس کے ارادے — دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز — آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمان
بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم — لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

مسلمان اور طاغوت پرستی

قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے مسلمان صرف خدا کے غلام تھے۔ خدا پرستی اور بت شکنی ان کا

Marfat.com

کردار کے دو واضح رخ تھے۔ یہ لوگ نفس کے غلام نہیں تھے اس لئے طاغوت کی بندگی کا سوال ہی نہیں اٹھتا لیکن جب اکثریت نفس کی غلام ہوگئی تو اللہ نے اپنی سنت دہراتے ہوئے طاغوت کی بندگی قسمت میں لکھ دی اور طاغوت کی بندگی کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے:

وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ٥

(المائدہ ۶۰)

"اور وہ جو شریر قوتوں کو پوجنے لگے یہی لوگ ہیں جو سب سے بدتر درجہ میں ہیں اور سیدھی راہ سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔" (ترجمان القرآن)

شریر قوتوں کا ساتھ دینا، ان سے وفاداری برتنا، ان کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرنا اور اللہ کے ضابطۂ حیات کو چھوڑ کر ان کے فلسفۂ حیات کے مطابق زندگی گذارنا، یہی شریر قوتوں کی بندگی و عبادت ہے۔ اہلِ لغت اور علمائے شریعت نے عبادت اور بندگی کے معنٰی اس طرح بیان کئے ہیں:

"عبادت کسی کے حضور پوری طرح پست ہو جانے کا نام ہے۔" (مفرداتِ راغب)

"لغت میں عبادت کے معنٰی اس اطاعت کے ہیں جس میں پوری طرح خضوع (جھکاؤ) ہو۔"

(لسان العرب جلد ۴ صہ ۲۷۳)

عبادت کے معنٰی اور مطلب سمجھ لینے کے بعد آیئے ذرا ہم اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم کس کی عبادت کر رہے ہیں؟ ہمارا خضوع (جھکاؤ) اللہ اور اللہ کے عطا کردہ ضابطۂ حیات کی طرف ہے یا دیگر فلسفیوں اور ان کے فلسفۂ حیات کی طرف؟ ہمارا آئیڈیل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا دیگر رہنما؟ تو ہمارا ہر عمل چیخ چیخ کر اس بات کی شہادت دے گا کہ ہمارا خضوع (جھکاؤ) نہ تو اللہ کی طرف ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکہ ہماری زندگی سے مذہب کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ اور جب انسان کی زندگی سے مذہب کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو اس کا صرف ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ ہم صحیح طریقے سے خدا کی عبادت نہیں کر رہے ہیں۔ ہم نے خدا کے علاوہ بھی بہت سے خدا چن لئے ہیں اور عملی زندگی میں انھیں خداؤں کی پیروی کر رہے ہیں۔ مسجد کے اندر ہم خدائے ذوالجلال کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں: "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" لیکن مسجد کے باہر نکلتے ہی

Marfat.com

طاغوتوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں، ان کی خوشامدیں کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ اپنی تقاریب میں انھیں صوفے اور غالیچے پیش کرتے ہیں اور کلمہ گو بھائی کے لئے فرش پر بھی جگہ نہیں دیتے۔ ٹھیک اسی حالت اور واقعہ پر اللہ نے اپنے چہیتے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ ہدایت کی تھی تاکہ مسلمان اپنی زندگی میں قرآن کی اس آیت کو مشعلِ راہ بنائیں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ (۸۰: ۱ تا ۱۲)

"ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آگیا۔ تمہیں کیا خبر شائد وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لئے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تم توجہ کرتے ہو، حالانکہ وہ اگر نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو خود تمہارے پاس دوڑا آتا ہے اور ڈرتا ہوتا ہے اس سے تم بے رُخی برتتے ہو، ہرگز نہیں، یہ ایک یاددہانی ہے۔ تو جس کا جی چاہے اُسے یاد کرے۔"

اس واقعہ کو تمام اہلِ سِیَر نے لکھا ہے۔ ولید بن مغیرہ جو مکّہ کا رئیس تھا اُس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے اور آپؐ کو اس کے ایمان لانے کی امید بندھ رہی تھی۔ اسی حالت میں آپ کے پاس ابن اُمِ مکتوم آئے اور آپؐ سے باتیں کرنی چاہیں۔ وہ آپؐ سے قرآن پڑھانے کی استدعا کرنے لگے۔ ان کا یہ فعل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا شاق گزرا کہ آپ کو بیزار کر دیا۔ یہ بیزاری اس لئے ہوئی کہ کعبہ کے رؤسا غریبوں اور مسکینوں سے چڑھتے تھے اور آپؐ کو پوری امید بندھ چکی تھی کہ ولید بن مغیرہ اسلام قبول کرے گا۔ ابنِ اُمِ مکتومؓ اس مصروفیت میں مخل ہوئے اور جب وہ آپ سے زیادہ گفتگو کرنے لگے تو ترش روئی کے ساتھ آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور انھیں چھوڑ دیا۔ اللہ جو آئندہ مسلمانوں کو اپنے نبیؐ کے ذریعہ تربیت دے رہا تھا۔ فوراً وحی کے ذریعہ ہدایت بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے دیکھیں اور اپنا محاسبہ کریں جو اِس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے ہر فیصلے کے لئے طاغوت دشریر

Marfat.com

قوتوں) کی طرف رجوع کرتے ہیں جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سخت ہدایت فرمائی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝

"اے نبی کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی مگر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔" (تفہیم القرآن)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے ہر اس شخص کی مذمت کرتی ہے اور برائی کا اظہار کرتی ہے جو کتاب وسنّت سے ہٹ کر کسی باطل کی طرف اپنا فیصلے جائے اور یہی مراد یہاں طاغوت سے ہے۔" قرآن کی رو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر دونوں لازم وملزوم ہیں اور خدا اور طاغوت دونوں کے آگے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔ آج کونسا ایسا مسلمان ہے؟ کون سا ایسا اسلامی ملک ہے جو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے فیصلے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع نہیں کر رہا۔ طاغوت کا ہر فیصلہ اس کے خلاف جا رہا ہے۔ اس کی سرحدیں سکڑتی جا رہی ہیں، طاغوت اس کی جبینوں پر ذلّت وخواری کی مہر ثبت کرتا جا رہا ہے لیکن طاغوت کی بندگی سے باز نہیں آتا کیوں؟ اس لئے کہ نفس کا بے بس غلام ہے اب تو ذلّت وخواری کی انتہا ہو چکی ہے کہ عبادت اور عبادت خانوں کے فیصلے بھی طاغوت کر رہا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے نبیوں اور رسولوں کی بعثت کا مقصد بھول چکے ہیں۔ تمام انبیاء ورُسل صرف ایک مقصد کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں جسے قرآن نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل ۳۶)

"اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے پرہیز کرو۔"

راہِ نجات

ہماری قسمتیں آج بھی بدل سکتی ہیں اگر ہم اللہ کی صحیح معنوں میں بندگی

Marfat.com

کرنے لگیں، قرآن کو پوری طرح اپنی زندگی میں اتاریں اور حامل قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح معنوں میں محبت کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی آرزو کیا تھی ؟ کیا حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ "میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں"۔ قرآن فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ؀ (النسا ۷۶)

"جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنھوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقین جانو شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں"۔

طاغوت اور اس کے ساتھیوں کی چالیں کیوں کمزور ہوتی ہیں ؟ اس لئے کہ طاغوت اور اس کے ساتھی نفس پرست ہوتے ہیں جب کہ مومن خدا پرست ہوتا ہے، طاغوت اور اس کے ساتھی اپنی غرض وغایت کے لئے لڑتے ہیں جب کہ مومن ناموسِ دین کی حفاظت کے لئے لڑتا ہے، طاغوت اور اس کے ساتھیوں کے پاس صرف جسمانی طاقت ہوتی ہے جب کہ مومن کے پاس جسمانی، روحانی اور ایمانی قوتوں کا اتحاد ہوتا ہے، طاغوت اور اس کے ساتھیوں کو زندگی عزیز ہوتی ہے اس لئے موت سے خوف کھاتے ہیں جب کہ مومن کو آخرت عزیز ہوتی ہے اس لئے موت کو لبیک کہتا ہے، طاغوت اور اس کے ساتھیوں کی جنگ کشور کشائی اور ملک گیری کے لئے ہوتی ہے جب کہ مومن کی جنگ اپنی مدافعت کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے :

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

"مگر وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں، عمل صالح کرتے ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں اور اپنے آپ کی مدافعت اس وقت کرتے ہیں جب ان پر زیادتی کی جائے"۔

اگر ہم قرونِ اولیٰ نہ سہی، قرونِ وسطیٰ کے سے مسلمان بن جائیں تو اللہ کا وعدہ اپنی جگہ پر آج بھی موجود ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ؁ (الانبیاء ۱۰۵)

Marfat.com

"اور ہم نے زبور میں تذکیر و نصیحت کے بعد یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کی وراثت انھیں بندوں کو ملے گی جو نیک ہوں گے۔" (ترجمان القرآن)

حکیم الامت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں "انسان جو کچھ بھی ہے وہ چیز نہیں بلکہ عمل ہے، اور انسان کے اعمال جس مقصد کی طرف رہبری کرتے ہیں اس سے اس کی شخصیت متعین ہوتی ہے۔ جسم اور روح کا جو تعلق ہے وہ عمل اور مقصد کا تعلق ہے، کیونکہ جسم خود ایک جامد شے نہیں جو خلاء میں رکھ دی گئی ہو، بلکہ اعمال و واقعات کا نظام ہے، مگر اس عمل کی رہنمائی روح یا خودی کرتی ہے۔ اگر جسم اعمال کا نظام ہے تو روح تجربوں کا مسکن۔ اس طرح مادہ خودی کے ابتدائی درجوں کا مسکن ہے، اور جب روح اور مادے کا میل اور عمل و ردِ عمل ایک خاص درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو ایک بلند تر شعور پیدا ہوتا ہے۔ زندگی کے ارتقار کی ابتدائی منزلوں میں ذہن، جسم کے تابع ہوتا ہے مگر جیسے جیسے ذہن بلند ہوتا جاتا ہے جسم کو اپنے تابع کرتا جاتا ہے اور آخر اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ بالکل آزاد ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظاتِ اقبال ماخوذ از اقبال اور انسان" از اشفاق حسین)

یہی وہ مومن جانباز ہے جس سے موت کانپتی ہے۔ یہی وہ خدا پرست ہے جو فقیری کرتے ہوئے شہنشاہوں سے خراج لیتا ہے۔ یہ کبھی غلام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ غلامی پر موت کو ترجیح دیتا ہے اسی شعور کے تحت سلطان ٹیپو شہید نے کہا تھا۔ "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک پل کی زندگی بہتر ہے۔" اقبالؒ فرماتے ہیں۔

غلامی کیا ہے ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی　　جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا
بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر　　کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

قرآن روشن مستقبل

آج دنیا ایمان کے اعتبار سے دو خیموں میں تقسیم ہے۔ ایک خیمہ کے لوگ صرف اسباب و علل پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے روزمرہ کے تجربات سے ثابت کر رہے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے مادّی علل و اسباب کے تحت ہی ہوتا ہے۔ دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو اللہ کو نظامِ خاص کا پابند ٹھہرانا اس کی شانِ قدرت کے منافی سمجھتے ہیں۔ دونوں افراط و تفریط کے دو کناروں پر کھڑے ہیں۔ اوّل الذکر

Marfat.com

اسلام کو فنا کر دینا چاہتا ہے اور آخر الذکر عقیدہ اور عمل کو الگ کر کے اسلام کو دینِ آخرت بنا دینا چاہتا ہے۔ اسلام ان نام نہاد مسلمانوں کا پابند نہیں ہے بلکہ اسلام پر چلنے والے لوگ ہی مسلمان ہیں اور نہ ہی اسلام اُن سے خائف ہے جو اُسے تباہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں جب کہ ان کی بنائی ہوئی جنّت تیزی کے ساتھ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے افراط و تفریط کا انجام سامنے ہے۔ مادی اسباب و علل پر کامل یقین رکھنا کفر و الحاد ہے اور انکار کر دینا منافع سے دستبرداری قرآن تمام عجائباتِ قدرت کو آیت اللہ کہتا ہے اور ان پر غور و فکر کی دعوت دے کر خدا کی حکیم و قادر ہستی کے وجود پر استدلال کرتا ہے انسان فی الحقیقت اس وسیع و عریض کائنات کا ایک جزر ہے اور جزر کا کل سے علیحدہ ہونا ہی خرابی اور ہلاکت کا موجب ہے۔ کائنات کا پورا نظام فی الواقع اسی اصول پر قائم ہے کہ جزر کل کے ساتھ منسلک ہے۔ کائنات کی کوئی مخلوق کُل سے الگ ہو کر اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھتی اور دوسری مخلوق کے لئے بھی تباہی و ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ ایٹم کی طاقت اور اس کی تباہ کاری سے ہم خوب واقف ہیں۔ قدرت کی یہ نشانیاں بتا رہی ہیں کہ انسان کو بھی انسانیت کی بقار کے لئے اسی اصول پر کاربند رہتے ہوئے دنیا میں نیابت و خلافت کے فرائض انجام دینا چاہیئے۔ یہ جبھی ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو ہر لمحہ بندہ تسلیم کرے اور اس کا ہر فعل معبودِ حقیقی کے احکام کے مطابق سرزد ہو، اور جب جب ایسا ہوا اس کا حال بھی اچھا رہا اور مستقبل بھی اور آگے آنے والی نسلوں کے لئے ماضی بن کر نمونہ بن گیا۔ لیکن جب انسان نے انسانیت اور انسانی برادری کو چھوڑ کر، اور کائنات میں اپنی حیثیت کو بھول کر سب کچھ اپنے لئے حاصل کرنے کی کوشش میں معبودِ حقیقی کے احکام کے خلاف زندگی بسر کرنے کی کوشش کی تو تباہ و برباد ہوا اور تباہی و بربادی کا سبب بنا۔ چاہے یہ کوشش انفرادی رہی ہو، یا اجتماعی، خاندانی رہی ہو یا قومی سبھی ہلاکت کا باعث بنیں۔ ایسے لوگ جو اپنی رائے اور اپنی رائے کے مطابق کوششوں میں اپنی، اپنے خاندان کی، اپنی نسل کی، اپنے ملک کی یا تمام انسانی برادری کا مستقبل تلاش کر رہے ہیں انھیں اپنے حال کو دیکھتے ہوئے ماضی کے انجام سے دوچار ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ قرآن فرماتا ہے:۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (صف۔ ۸)

"وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا روشن

Marfat.com

کر کے رہے گا۔ چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔"

نورِ خدا ہے کفر کی ظلمت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

Marfat.com

کتابیات

۱۔ تفہیم القرآن — از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۲۔ ترجمان القرآن — از مولانا ابوالکلام آزادؒ

۳۔ تفسیر ابنِ کثیر اُردو

۴۔ تفسیر ابنِ عباس کامل اُردو

۵۔ سیرۃ النبی مرتبہ ابنِ ہشام

۶۔ سیرۃ النبی — از علامہ سید سلیمان ندویؒ

۷۔ مثنوی مولوی معنوی — از مولانا رومؒ مترجم مولانا قاضی سجاد حسین

۸۔ افکارِ رومی — از مولانا محمد عبدالسلام خاں

۹۔ جنید بغدادیؒ — از ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مترجم کاظم علی

۱۰۔ اکسیرِ ہدایت — امام غزالیؒ

۱۱۔ الغزالی — علامہ شبلی نعمانیؒ

۱۲۔ اقبال اور انسان — از اشفاق حسین

۱۳۔ تصورِ بشر اور اقبال کا مردِ مومن — از ڈاکٹر حاتم رامپوری

۱۴۔ کلیاتِ اقبال

۱۵۔ تاریخ ابنِ خلدون (اردو) — درسِ اسلام دیوبند

۱۶۔ جادہ و منزل — از سید قطب شہیدؒ مترجم خلیل احمد حامدی

۱۷۔ ایمان اور اخلاق — از عبدالحمید صدیقی

۱۸۔ اسلام اور جدید مادی افکار — از محمد قطب مصریؒ۔ مترجم سجاد احمد کاندھلوی

۱۹۔ انسانی زندگی میں جمود و ارتقار — از سید محمد قطب شہیدؒ۔ مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی

۲۰۔ جدید جاہلیت — از محمد قطبؒ۔ مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی

Marfat.com

۲۱۔ دو مہینہ امریکہ میں — محمد رابع حسنی ندوی

۲۲۔ دین کا قرآنی تصور — از مولانا صدر الدین اصلاحی

۲۳۔ سرخ اندھیروں میں — از خلیل احمد حامدی

Marfat.com

ہماری تازہ مطبوعات

بارانِ رحمت | فقیر وحید الدین قیمت مجلد -/۵ روپے
عربی، اردو، انگلش میں شائع شدہ احادیث کا خوبصورت انتخاب

حیاتِ رسول کے دس دن | خالد محمد خالد
قیمت مجلد -/۲۰ روپے
نبی کریم کی حیات مبارکہ کے دس منتخب ایام پر مشتمل کتاب

محمد کی سرکار : سردار گوربچن سنگھ۔ مجلد قیمت -/۱۵ روپے
حضور کی سیرت پاک پر ایک خوبصورت کتاب

زنداں کے شب و روز | زینب الغزالی
قیمت -/۲۴ روپے
اخوان المسلمون کی ممتاز اسکالر محترمہ زینب الغزالی کی روداد قفس۔

سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ
قیمت -/۱۵ روپے
رحمۃ للعالمین جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف کے قلم سے

امام احمد بن حنبل رح | ملک نصر اللہ خان عزیز
قیمت -/۹ روپے
امام احمد بن حنبل رح کی حیات پر ایک خوبصورت کتاب

مسلمانوں کی جدوجہد آزادی : ڈاکٹر معین الدین
قیمت -/۳۲ روپے
کراچی یونیورسٹی کے مطالعہ پاکستان کے نصاب میں شامل

دم واپسیں سے رحمان کے فیصلے تک
علی اصغر چوہدری۔ قیمت -/۲۴ روپے
مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات قرآن کی روشنی میں

سیرت حضرت زینب رض بنت جحش
ابن عبد الشکور قیمت -/۱۲ روپے
ام المومنین حضرت زینب رض بنت جحش پر ایک کتاب

ایک بٹہ تین | شوکت تدبیر۔ قیمت -/۵۰ روپے
بچوں کے لیے منفرد اور معیاری معلوماتی کتاب

بہشتی زیور | حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
قیمت -/۶۰ روپے
مولانا تھانوی رح کی مشہور زمانہ تصنیف اعلیٰ معیار کے ساتھ

عرب کی کہانیاں | قیمت ۶ روپے
خالد بزمی
عربی زبان میں شائع شدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اردو بازار ○ لاہور فون ۵۳۰

Marfat.com

[illegible] سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دیگر مقابلے کے امتحانوں کے لیے

ہماری مشہور و مقبول سوالاً جواباً

معلوماتی کتب

		قیمت	
معلومات قرآن ۔۔۔۔!	علی اصغر چوہدری		۹/- روپے
حیات رسولؐ ۔۔۔۔!	" " "	"	۱۲/۰۰ روپے
خلفائے راشدین کوئز!	" " "	"	۱۲/۰۰ روپے
صحابہ کرامؓ کوئز ۔۔۔۔!	" " "	"	۶/۵۰ روپے
امہات المومنینؓ کوئز ۔!	" " "	"	۶/۰۰ روپے
نماز کوئز ۔۔۔۔۔!	محمد کلیم آرائیں	"	۱۲/۵۰ روپے
قائداعظمؒ کوئز ۔۔۔۔!	" " "	"	۱۲/۵۰ روپے
علامہ اقبالؒ ۔۔۔۔!	" " "	"	۱۳/۵ روپے
تحریک پاکستان کوئز ۔!	" " "	"	۱۲/۵۰ روپے
دینی معلومات ۔۔۔۔!	" " "	"	۱۵/۰۰ روپے
ایک بٹہ تین ۔۔۔۔!	شوکت قدیر	"	۶/۵۰ روپے
ذہانت ۔۔۔۔!	ابن قمر	"	۶/۰۰ روپے

اپنے قریبی بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اردو بازار ○ لاہور ۲ فون ۴۰۵۳۰

Marfat.com

احکامِ دین، اسلامی زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر خوبصورت کتب

نبی کریمؐ کا نظامِ حکومت
سید سلیمان ندویؒ اور سید مودودیؒ کے مضامین کا مجموعہ

اسلام کا شورائی نظام
مولانا جلال الدین انصر عمری
اسلام میں شوریٰ کی اہمیت، اقسام، تاریخ اور طریق کار پر ایک خوبصورت کتاب

اسلام کا نظامِ عشر و زکوٰۃ
سید اسعد گیلانی (ایم اے)
اسلامی نظامِ معیشت کے اہم موضوع پر جامع اور مدلل کتاب

کیا ہم مسلمان ہیں؟
استاد محمد قطب
اسلام کے حقیقی مفہوم کی وضاحت، قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں اور مسلم معاشرے کی حسین جھلکیاں

اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل
سید قطب شہید
ایک تہلکہ خیز اور چونکا دینے والی کتاب
دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں

اسلامی عقیدہ
شیخ محمد غزالی
قلب و ذہن کو سنوارنے اور افکار و عقائد کی اصلاح کے لیے بہترین کتاب

دمِ واپسیں سے رحمٰن کے فیصلے تک
علی اصغر چودھری
موت کے بعد سے لے کر ربِ کائنات کے فیصلے تک آنے والے واقعات قرآن و حدیث کی روشنی میں

اسلامی فقہ
مولانا مجیب اللہ ندوی
مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے تمام مسائل کا بیان فقہ حنفی کے ساتھ

ناشر: مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اردو بازار ○ لاہور ۲

Marfat.com

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سیریز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثاروں اور ساتھیوں کے حالاتِ زندگی، خدمات اور کارناموں پر مشتمل خوبصورت کتابوں کا سیٹ۔

ابن عبدالشکور کے قلم سے

- سیرت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ
- سیرت ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا
- سیرت حضرت ابوتراب
- سیرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- سیرت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
- سیرت سیدات، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- سیرت سیدہ عالم حضرت فاطمہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور ۲

Marfat.com

ہماری چند دیگر مطبوعات

صل علی محمد ــــــ عابد نظامی

◎ نعتوں کا حسین و جمیل مرقع ۔ قیمت -/۳۹ روپے

شاہنامہ اسلام ــــــ حفیظ جالندھری

◎ اردو نظم میں تاریخ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات ۔ قیمت ۴ حصص -/۲۰ روپے

ہم کیوں مسلمان ہوئے ــــــ پروفیسر عبد الغنی فاروق

◎ ۶۶ نامور نومسلموں کے ولولہ انگیز واقعات کا مجموعہ ۔ قیمت -/۴۸ روپے

تاریخِ تصوف ــــــ علامہ محمد اقبالؒ

◎ علامہ اقبال مرحوم کی ایک نادر و نایاب تصنیف ۔ قیمت ۲۵/۵۰ روپے

النبی الامی ــــــ استاد شہید آیت اللہ مرتضیٰ المطہری

◎ ایران کے انقلابی مجاہد کی سیرتِ رسول پر ایک عالمانہ تصنیف ۔ قیمت ۱۵ روپے

اسلامی فقہ ــــــ مولانا مجیب اللہ ندوی

◎ مہد سے لحد تک زندگی کے تمام مسائل کا بیان فقہ حنفی کے تحت ۔ قیمت ۶۶ روپے

زنداں کے شب و روز ــــــ زینب الغزالی مصری

◎ اخوان المسلمون کی ممتاز سکالر خاتون کی روداد قفس ۔ قیمت ۲۴ روپے

اسلام کا نظامِ عشر و زکوٰۃ ــــــ سید اسعد گیلانی ایم۔ این۔ اے

◎ اسلامی معیشت کے اہم اور بنیادی موضوع پر ایک جامع کتاب ۔ قیمت ۲۰ روپے

بارانِ رحمت ــــــ فقیر وحید الدین

◎ احادیث کا خوبصورت انتخاب ۔ عربی اردو انگلش تین زبانوں میں شائع شدہ ۔ قیمت ۵ روپے

ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت ۔ اردو بازار ۔ لاہور

Marfat.com

قرآن

اور

ماضی، حال اور مستقبل

سید مشتاق علی ربانی

مکتبہ تعمیرِ انسانیت

اردو بازار — لاہور

Marfat.com